ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء — عسی ان یبعثک ربک مقاما محمودا

تار کا پتہ الفضل قادیان

رجسٹرڈ ایل نمبر [illegible]

الفضل قادیان

ہفتہ میں تین بار

ایڈیٹر: غلام نبی

The ALFAZL QADIAN.

فی پرچہ [illegible]

قیمت سالانہ پیشگی اندرون ہند [illegible]

قیمت سالانہ پیشگی بیرون ہند ۱۲ روپے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نمبر ۹۷	مورخہ ۱۹ فروری سنہ ۱۹۳۱ء	یوم پنجشنبہ	مطابق ۳۰ رمضان سنہ ۱۳۴۹ھ	جلد ۱۸

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل ورحم سے بخیریت ہیں ؛

۱۵۔ فروری محلہ دار الفضل کی مسجد میں نماز تراویح میں قرآن کریم کا دور ختم ہوا۔ حافظ مبارک احمد صاحب مولوی فاضل امام تراویح نے حاضرین سمیت بہت دیر تک اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی ؛

۱۶۔ فروری کی شب کو مسجد مبارک میں حافظ کرم الٰہی صاحب نے قرآن کریم ختم کیا۔ اور دعا مانگی گئی ؛

مسجد اقصیٰ میں ۱۷۔ فروری کی شب کو حافظ سلطان حامد صاحب نے قرآن مجید ختم کیا۔ اور دعا کی گئی ؛

قرآن شریف کے آخری پاروں کا درس جو شیخ عبد الرحمن صاحب مصری بی۔ اے۔ مولوی فاضل دے رہے ہیں۔ امید کی جاتی ہے کہ ۱۸ تاریخ ختم ہو جائیگا۔

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد سے دفتر پرائیویٹ سیکرٹری نے عید الفطر کے موقعہ پر شہر میں بارہ ہات تقسیم کرنیکا انتظام کیا ہے ؛

عید کے متعلق ضروری مسائل

۱۔ عید کے دن غسل کرنا۔ اچھے کپڑے پہننا۔ اور خوشبو لگانا سنتِ نبوی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اجتماع کے مواقع پر خصوصیت سے اس بات کا خیال رکھتے تھے۔ کہ بشاشت پیدا کرنے۔ ہوا کی صفائی اور غلاظت کے بداثرات سے محفوظ رہنے کے لئے خوشبو لگائی جائے عُمدہ کپڑے پہنے جائیں۔ اور غسل کیا جائے ؛

۲۔ عید گاہ میں آتے اور جاتے وقت تکبیر کہنا مستحب ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

۳۔ اگر ہو سکے۔ تو جس راستہ سے نماز عید پڑھنے جائیں۔ واپسی کے وقت اسے چھوڑ کر اور راستہ اختیار کیا جائے ؛

۴۔ عید کی نماز میں مرد وعورت سب کو شامل ہونا چاہیئے۔ بلکہ عورتوں کے متعلق تو یہاں تک تاکید ہے۔ کہ وہ عورتیں جو نماز میں بوجہ نسوانی معذوری کے شامل نہیں ہو سکتیں۔ وہ بھی عید گاہ میں جائیں۔ گو نماز میں شامل نہ ہوں۔ لیکن تکبیر کہنے اور دعائیں مانگنے میں وہ بھی شریک ہوں ؛

۵۔ عید الفطر کے متعلق یہ پسندیدہ بات سمجھی گئی ہے کہ نماز پر جانے سے پہلے انسان کچھ کھا پی کر جائے ؛

۶۔ نماز عید شہر یا قصبہ سے باہر ہونی چاہیئے۔ لیکن اگر بارش [illegible]

بوجہ عید چونکہ دفتر مینیجر اور مطبع بند رہے گا۔ اس لئے ۲۱ فروری کا پرچہ شائع نہ ہو سکے گا اور ۲۴ فروری کا پرچہ ۱۶ صفحہ کا شائع کیا جائے گا۔

ارمغانِ عید

جلوہ گہِ نشاط ہے ہر عید کی گھڑی
رستے میں پھول حسن کے ایسی لگی جھڑی
جلوہ فروز بامِ خلافت پہ ہیں حضور
بہرِ سلام خلقِ خداوند ہے کھڑی

(۲)

کلفت جو ہجر کی تھی وہ جاتی رہی تمام
دیکھا جو چاند ہو گئے محزوں بھی شادکام
اے نوبہارِ عید ہے دائم رہے بہار
وقفِ سُرور و عیش ہو مومن کی صبح و شام

طاھرہ (ایک از عملہ ادارت)

کا عذر ہو۔ تو مسجد میں بھی ادا ہو سکتی ہے ۔
۷۔ عید کی نماز میں جو تکبیریں آئی ہیں۔ ان میں علماء کا اختلاف ہے۔ مگر ہماری جماعت میں اس روایت کو ترجیح حاصل ہے جس میں پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے سات تکبیریں اور دوسری رکعت میں قرأت سے پہلے پانچ تکبیریں آئی ہیں۔ اور اسی پر عمل درآمد ہے ۔

۸۔ نماز کے بعد خطبہ پڑھنا ضروری ہے۔ اس میں امام لوگوں کو وعظ نصیحت کرتا اور انہیں اسلامی احکام کی خوبیوں پر آگاہ کرتا ہے ضروری ہے۔ کہ نماز کے بعد لوگ خطبہ بھی پوری توجہ سے سنیں ۔

۹۔ مسائل عید الفطر میں سے ایک اہم مسئلہ صدقۃ الفطر کا ادا کرنا ہے۔ یہ صدقہ چونکہ غرباء کے کام آتا ہے اس لئے ضروری سمجھا گیا ہے۔ کہ عید کی نماز سے پہلے پہلے تمام صدقۃ الفطر جمع کر لیا جائے۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ کہ عید سے دو چار دن پہلے یہ صدقہ جمع کر لیا جائے۔ تاکہ عید کے دن مساکین کے کام آ سکے۔ قادیان میں اسی طرح ہوتا ہے۔ کہ عید سے کئی دن قبل صدقہ وصول ہو کے غرباء میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ جس سے وہ عید کے لئے کپڑے بنا سکتے۔ اور دوسری ضروریات مہیا کر سکتے ہیں۔ صدقۃ الفطر ہر مومن مرد۔ عورت اور بچے پر فرض ہے ایک دن کے بچہ کی طرف سے بھی صدقہ دینا ضروری ہے ۔

چونکہ رمضان کے روزوں سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو یہ سبق سکھانا چاہتا ہے۔ کہ وہ بھوکے پیاسے رہ کر اندازہ لگائیں۔ کہ ان کے مفلوک الحال اور نادار بھائیوں کا کیا حال ہوتا ہے۔ اس لئے صدقۃ الفطر رکھا گیا ہے۔ تاکہ نہ صرف دل میں غریبوں سے ہمدردی کا احساس پیدا ہو۔ بلکہ عملاً بھی ان کی تکالیف کے انسداد کے لئے ہر ممکن کوشش کی جائے ۔

مردم شماری کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کا ضروری اعلان

ہر ایک احمدی یاد رکھے اور دوسروں کو اطلاع دے

۱۔ پہلی مردم شماری ہو چکی ہے۔ دوسرا اور آخری دن ۲۶ فروری ۱۹۳۱ء ہے ۔
۲۔ مردم شماری کرنے والے سستی یا شرارت سے فرقہ نہیں لکھا کرتے ۔
۳۔ ہر احمدی کا فرض ہے۔ کہ وہ دیکھ لے۔ کہ اس کے اور دوسرے احمدیوں کے نام کے سامنے کے خانہ میں احمدی لکھا ہے ۔
۴۔ ہر احمدی کا فرض ہے۔ کہ دیکھے۔ اس کے اور دوسرے احمدیوں کے سب مرد عورت بچوں کے نام لکھے گئے ہیں۔ اور کوئی نام باقی نہیں رہا۔ اور سب کے سامنے احمدی لکھا گیا ہے ۔
۵۔ ایک نام بھی اگر آپ کے شہر یا علاقہ میں آپ کی غفلت کی وجہ سے رہ جائیگا تو آپ جماعت سے دشمنی کرنے والے ٹھیرینگے۔ کیونکہ اس سے جماعت کی کمی ہوگی ۔
۶۔ ہر ایک جگہ مردم شماری کرنے والے لوگوں کے ساتھ احمدیوں کو خود شامل رہ کر نگرانی کرنی چاہیئے ۔
۷۔ مردم شماری کے دن کو چھٹی کا دن سمجھیں۔ اور سب کام چھوڑ کر اس کام کو کریں ۔
۸۔ ہندو لوگ ہمیشہ مردم شماری میں مسلمانوں کو کم کر کے دکھانے کی کوشش کرتے ہیں ہر احمدی کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ اس نقص کا بھی خیال رکھے۔ اور دیکھے۔ کہ سب مسلمان خواہ کسی فرقہ کے ہیں۔ ان کی مردم شماری پوری طرح ہو جاتی ہے۔ اور ایک مسلمان بچہ بھی خواہ ایک دن کا پیدا ہوا ہو۔ باقی نہیں رہ جاتا ۔
۹۔ ہر ایک احمدی کو چاہیئے۔ کہ میرے اس اعلان کو اپنے اردگرد کی جماعتوں تک پہونچا دے۔ تا ایسا نہ ہو۔ کہ کسی جگہ کی جماعت جہاں اخبار نہ جاتا ہو۔ اس سے بے خبر رہے ۔
۱۰۔ ہر ایک احمدی کو چاہیئے۔ کہ اُن لوگوں کو جو دلوں میں احمدیت کو قبول کر چکے ہوں۔ مگر ڈر کر ظاہر نہ کرتے ہوں۔ سمجھائے۔ کہ اس موقعہ پر اپنے آپ کو احمدی لکھوا دیں۔ تا خدا تعالیٰ کے سامنے ایک شہادت تو ان کے دل کی تبدیلی پر ہو ۔
۱۱۔ پچھلی دفعہ بعض جگہ سینکڑوں کی جماعت درج ہونے سے رہ گئی تھی۔ اب کے ایسا نہ ہو ۔
۱۲۔ سب جماعتوں کو چاہیئے۔ فوراً اجلاس کر کے ہر محلہ اور ہر گلی کے لئے آدمی مقرر کر دیں۔ جو پہلے خود مکمل فہرست تیار کر لیں۔ اور پھر ساتھ رہ کر مردم شماری کے وقت دیکھ لیں۔ کہ سب احمدیوں کی پوری طرح مردم شماری ہو گئی ہے ۔

خاکسار میرزا محمود احمد

اسلام اور دیگر مذاہب کی عید میں فرق

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

"اسلام نے جو عید کا طریق رکھا ہے۔ وہ عارضی طور پر ہی اس فطرتی تقاضا کو پورا نہیں کرتا۔ بلکہ دائمی اور ہمیشہ کی خوشی اور راحت کے سامان بھی مہیا کر دیتا ہے۔ اور یہی فرق ہے اسلامی عیدوں اور دوسرے مذاہب کی عیدوں میں ان کی عیدیں کیا ہوتی ہیں یہ کہ خوب ناچ گانا ہو فحش اور گندے گیت گائے جائیں کھانے پینے کی چیزیں ہوں۔ خرید و فروخت کے سامان ہوں۔ لیکن اسلام کی عید یہ ہے کہ اگر تم آج بڑی خوشی کا دن ہے۔ ہر روز پانچ نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ آج چھ پڑھیں خوشی تو یہ ہوئی۔ کہ کہا کپڑے بدلو۔ عطر لگاؤ۔ اچھے کھانے پکاؤ۔ اور کھاؤ۔ کیوں؟ اس لئے کہ آج تمہیں خدا کی عبادت کرنے کا پہلے سے زیادہ موقعہ ملا ہے یہی تو عید ہے ۔ پس خدا تعالیٰ نے بتا دیا۔ کہ مومن کی عید یہ ہوتی ہے کہ اللہ اس پر خوش ہو جائے اور جوں جوں مومن کو اللہ کے قرب کی راہ ملتی ہے۔ اتنی ہی اس کے لئے عید ہوتی جاتی ہے۔ چنانچہ ہماری دونوں عیدیں۔ بلکہ تینوں عیدیں خدا تعالیٰ نے ایسی ہی رکھی ہیں۔ کہ جن میں عام دنوں کی نسبت عبادت میں کچھ زیادتی کر دی ہے۔ دو عیدیں تو وہ ہیں۔ جو ہمارے ملک میں چھوٹی اور بڑی کے نام سے موسوم ہیں۔ معلوم نہیں۔ چھوٹی اور بڑی کا فرق کس خوردبین سے دیکھا گیا ہے۔ تیسری جمعہ کی عید ہے۔ جمعہ کے دن ایک خطبہ رکھدیا ہے اور اس طرح نماز کو بڑھا دیا ہے۔ گو فرض چار رکعت کی بجائے دو کر دیئے ہیں لیکن خطبہ اور دو رکعت کا وقت ملا کر چار رکعت سے بڑھ جاتا ہے۔ یہ دو عیدیں جو سال میں آتی ہیں۔ ان میں سے ایک ماہ رمضان کے روزے رکھنے کے بعد آتی ہے۔ اور دوسری عید وہ ہے۔ جو ایام حج کے بعد آتی ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ مومن کی عیدیں اسوقت ہوتی ہیں۔ جبکہ وہ خدا تعالیٰ کی رضا کے سامان پیدا کرسکے۔" (الفضل ۲۲ اگست ۱۹۲۸ء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
نمبر ۹۷ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۹ فروری ۱۹۳۱ء | جلد ۱۸

عید الفطر کے دن قابلِ غور بات

رمضان المبارک سے کیا حاصل ہُوا

قرآن کریم کے مطالعہ اور انبیاء کرام کے حالات سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ دُنیا میں جب بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے کوئی برگزیدہ مبعوث ہُوا۔ وُہ یہی غرض لے کر آیا۔ کہ ان اعبدوا اللہ مالکم من الٰہ غیرہ افلا تتقون۔ یعنی خدا تعالےٰ کے ہر ایک نبی اور رسول نے غافل اور گمراہ دُنیا کو آگر کہا۔ اللہ تعالےٰ کی سچی فرمانبرداری اختیار کرو۔ اس کی اطاعت کرو۔ اس کی محبت میں سرشار ہو جاؤ۔ اسی کے آگے تذلل کرو۔ اسی کی عبادت کرو۔ اس کے مقابلہ میں غیر تمہارا مطاع۔ محبوب۔ معبود۔ مطلوب اور امید و بیم کا مرجع نہ ہو۔ ایسا نہ ہو۔ کہ اللہ تعالیٰ کا حکم تمہیں ایک طرف بلاتا ہو۔ اور کوئی اور چیز خواہ وُہ تمہارے نفسانی ارادے اور جذبات ہوں۔ یا قوم اور برادری کے اصول اور دستور ہوں یا ذاتی احتیاجیں اور ضرورتیں ہوں۔ غرض کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالےٰ کے حکم کے مقابلہ میں تم پر اثر انداز نہ ہو سکے۔ چونکہ انسانی زندگی کا اصل مقصد اور مدعا یہی ہے اس لئے اسی میں کامیاب کرنے کے لئے انبیاء آتے رہے۔ جب کوئی انسان اس مقام پر پہونچ جاتا ہے یعنی خدا تعالےٰ کی نافرمانی چھوڑ دیتا۔ اور صرف اسی کی اطاعت کرتا ہے۔ تو پھر اسے اتقا کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور وُہ متقی بن جاتا ہے۔ متقی کی جو شان اور درجہ خدا تعالےٰ کے حضور ہے۔ اس کا اندازہ اللہ تعالےٰ کے اس کلام سے لگ سکتا ہے۔ جس میں متقیوں کا ذکر ہے۔ مثلاً فرماتا ہے:۔ واللہ یحب المتقین۔ واللہ ولی المتقین ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا۔ واتقوا اللہ و یعلمکم اللہ۔ من یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب۔ یعنی متقی اللہ تعالےٰ کا محبوب ہوتا ہے متقی کے ساتھ اللہ ہوتا ہے۔ متقی کے دُشمن ہلاک ہوتے ہیں۔ متقی کی خود اللہ تعالےٰ ہر بات میں راہ نمائی کرتا۔ اور تعلیم دیتا ہے۔ متقی کو ہر تنگی سے نجات ملتی ہے۔ اللہ تعالےٰ متقی کو ایسی راہوں اور جگہوں سے رزق پہونچاتا ہے۔ کہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔

ان ارشادات خداوندی پر غور کرنے سے جو متقی کے متعلق فرمائے گئے ہیں۔ معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ کوئی انسانی خواہش اور اُمنگ کوئی انسانی ضرورت اور احتیاج ایسی باقی نہیں رہی جس کے پورا کرنے اور جس میں مدد دینے کا اس خدائے برتر و توانا نے وعدہ نہیں فرمایا جو ہر چیز کو پیدا کرنے والا اور ہر ایک پر پورا پورا قبضہ و تصرف رکھنے والا ہے۔ اور جن باتوں کو پورا کرنے کا وعدہ خدا تعالےٰ کی طرف سے مل جائے۔ ان کے حاصل ہونے میں کیا شک و شبہ ہو سکتا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ انسان متقی بن جائے۔ اور اس درجہ پر پہنچ جائے جس پر خدا تعالےٰ کے مامور پہونچانے کے لئے آتے ہیں۔

اس کے لئے سب سے اہم اور ضروری چیز تو خدا تعالےٰ کے راستبازوں اور ماموروں کا وجود ہوتا ہے۔ کیونکہ ایسے وقت میں جبکہ دُنیا گمراہی اور ضلالت میں سرشار ہو چکی ہو۔ روحانیت سے محروم ہو چکی ہو۔ خدا تعالےٰ کو چھوڑ چکی ہو۔ جب تک خدا تعالےٰ ہی اپنی مخلوق کی راہ نمائی کے لئے مامور کے ذریعہ مشعل ہدایت نہ دکھائے صراط مستقیم معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور کوئی شخص گرداب ہلاکت سے نہیں نکل سکتا۔

جماعت احمدیہ کو خدا تعالےٰ کا ہزار ہزار شکر کرنا چاہئے جس نے اس تیرہ و تار زمانہ میں اپنا ایک مامور و مرسل بھیجا۔ اور پھر اسے شناخت کرنے کی توفیق عطا فرمائی جس سے متقی بننے اور حقیقی تقوی کا درجہ حاصل کرنے کا اسے موقعہ مل گیا۔ اب یہ ہر احمدی کی اپنی کوشش اور سعی پر منحصر ہے۔ کہ اتقا حاصل کرے۔ اور جتنا زیادہ اس میں بڑھتا جائے۔ اتنے ہی زیادہ صفائی اور وضاحت کے ساتھ اپنے متعلق خدا تعالےٰ کے ان وعدوں کا ایفاء دیکھتا جائے۔ جو متقیوں کو دیئے گئے ہیں ؁

غرض متقی بننے کے لئے سب سے پہلی چیز تو مامور اور مرسل کی شناخت ہے۔ جو محض خدا تعالےٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کو حاصل ہو چکی ہے۔ اس کے بعد دوسری چیز ان احکام کی بجا آوری ہے۔ جو خدا تعالےٰ نے ہر مومن کے لئے ضروری قرار دیئے ہیں۔ انہی احکام میں سے ایک حکم رمضان المبارک کے روزے ہیں۔ جو حصول تقوےٰ سے نہایت ہی گہرا اور بہت ہی پختہ تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالےٰ مومنوں کو مخاطب کر کے فرماتا ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون اے مومنو روزے تمہارے لئے ہی ضروری اور فرض نہیں قرار دیئے گئے بلکہ تم سے پہلی امتوں پر بھی فرض تھے۔ کیوں فرض تھے؟ اس لئے کہ وُہ متقی بن جائیں۔ اب تمہارے لئے روزے فرض کرنے کی بھی یہی غرض ہے۔ تاکہ تم متقی بن جاؤ ؁

اس آیت کریمہ سے ظاہر ہے۔ کہ رمضان المبارک کے روزے متقی بننے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہیں۔ اب اُن خوش قسمت لوگوں کو جنہیں اس سال رمضان المبارک کے روزے رکھنے اور اس کے دُوسرے فیوض سے مستفیض ہونے کے بعد عید کی خوشی میں شریک ہونے کا موقعہ میسر آیا۔ عید الفطر کے دن۔ کہ رمضان المبارک کے ختم ہونے کے بعد سب سے پہلا دن ہوتا ہے۔ غور کرنا چاہیئے۔ کہ کیا رمضان المبارک کی جو غرض خدا تعالےٰ نے اپنے کلام میں بیان فرمائی ہے۔ وُہ انہیں حاصل ہو گئی۔ یا نہیں۔ اگر پوری طرح نہیں۔ تو اس کا کچھ حصہ ہی۔ اگر کامل طور پر نہیں۔ تو رمضان سے پہلے ان کا قدم جہاں تھا۔ رمضان کے بعد تقویٰ و طہارت میں اس سے آگے بڑھا ہُوا ہے۔ یا نہیں جس شخص کو یہ بات حاصل ہو۔ اسی کو عید منانے اور اس کی خوشی اور مسرت سے حصہ لینے کا حق ہو سکتا ہے۔ اور وُہی اس بات کا مستحق ہے۔ کہ عید کے دن جس قدر چاہے۔ خوش ہو۔ لیکن جو شخص اس بات سے محروم رہ گیا۔ جسے اپنے تقویٰ و طہارت اور اپنی روحانیت میں کوئی ترقی نظر نہیں آتی۔ یا جو ترقی چھوڑ تنزل دیکھتا ہے۔ اس کے لئے عید عید نہیں۔ بلکہ ماتم کا دن ہے۔ اس کے لئے خوش ہونے کا نہیں بلکہ رونے کا دن ہے کیونکہ خدا تعالےٰ نے اس کی زندگی میں اُسے اپنا محبوب اور اپنا پیارا بنانے کے لئے ایک عظیم الشان موقعہ دیا۔ مگر اس نے بدقسمتی سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔ خدا تعالےٰ نے اسے اپنی نعمتوں کا وارث بنانا چاہا۔ مگر اپنی کوتاہی سے وُہ کفرانِ نعمت کا مجرم بن گیا۔ ایسے شخص کے لئے خوش ہونے کا کونسا موقعہ ہو سکتا ہے۔ اسے تو رنج و الم میں مبتلا ہونا چاہیئے۔ اور اس درجہ ندامت اور تاسف کی حالت اپنے اوپر طاری کرنی چاہیئے۔ کہ اگر خدا تعالےٰ اس کی زندگی میں پھر رمضان المبارک لائے تو وُہ اس کی برکات اور فیوض سے اتنی سرگرمی اور کوشش سے حصہ لے۔ کہ اگلی پچھلی کسر نکل جائے ؁

خدا تعالےٰ کے حضور نہایت ہی عاجزی کے ساتھ دعا ہے۔ کہ وُہ ہر مومن کے لئے ہر وُہ عید جو اس کی زندگی میں آئے حقیقی مسرت اور خوشی کا موجب بنائے۔ اور ہر دفعہ تقوےٰ میں ترقی کرنے کی توفیق بخشے ؁

پنجاب یونیورسٹی کا شکریہ
اور
نئے ممتحنین سے گزارش

پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ السنہ مشرقیہ کے ممتحنین نے گذشتہ سال کے امتحانات میں جس قدر بے قاعدگیاں اور بے ضابطگیاں کی تھیں۔ اور جن کی وجہ سے امتحانات کے نتائج پر بہت برا اثر پڑا تھا۔ ان کے متعلق ہم نے پنجاب یونیورسٹی کو پُر زور الفاظ میں توجہ دلائی تھی۔ اور لکھا تھا:۔

"آئندہ کے لئے قطعاً ایسے لوگوں کو ممتحن نہ مقرر کیا جائے جنہیں اتنا بھی معلوم نہیں ہوتا۔ کہ کونسے کورس سے پرچہ بنانا ہے۔ اور کتنے نمبروں کا مجموعہ ۱۰۰ ہوتا ہے۔ اور جو کتابیں سامنے رکھ کر ان میں سے یہ خیال کئے بغیر اندھادھند سوال نقل کر دینا اپنی قابلیت سمجھتے ہیں۔ کہ ایسے سوالات کے جواب مقررہ وقت میں لکھے بھی جا سکتے ہیں یا نہیں یہ لوگ غالباً اس حسد کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔ کہ کسی کو مولوی فاضل کی ڈگری نہ مل جائے۔ اور وہ عالم کہلانے کے قابل ہو جائے۔ لیکن یونی ورسٹی کا فرض ہے۔ کہ طلبار کو ایسے ممتحنوں کے حسد کا شکار ہونے سے بچائے۔ اور قابل ممتحن مقرر کرے۔ ورنہ طلبار پر جو بے جا تشدد اور سختی کی جا رہی ہے۔ اس کا سارا الزام یونی ورسٹی پر آئے گا"۔

(الفضل ۲- جون سنہ ۱۹۳۰ء)

اب ہمیں یہ معلوم کر کے بے حد خوشی ہوئی۔ کہ پنجاب یونیورسٹی نے اب کے سال قریباً تمام سابقہ ممتحن بدل دیئے اور ان کی بجائے نئے لوگوں سے پرچے بنوائے ہیں۔ اس فرض شناسی کے لئے جہاں ہم پنجاب یونیورسٹی کی تعریف کرتے اور رجسٹرار صاحب پنجاب یونی ورسٹی کو مسلمانوں کے شکریہ کا مستحق سمجھتے ہیں۔ وہاں نئے ممتحنین سے بھی گزارش کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنے پیش رووں کے معیوب اور نقصان رسان طریق عمل کی قطعاً تقلید نہ کریں۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو۔ السنہ مشرقیہ کے طلبار کی حوصلہ افزائی کریں۔ تاکہ ان زبانوں کو جو مسلمانوں کے لئے نہایت ہی ضروری ہیں۔ ہندوستان میں بھی فروغ حاصل ہو۔

در اصل یہ زبانیں ایک طرف حکومت کی طرف سے کس مپرسی کا سلوک ہونے اور دوسری طرف تنگدل اور کوتاہ بین علمار کی مشکل پسندیوں اور بے قاعدگیوں کی وجہ سے روز بروز بے اعتنائی کا شکار ہوتی جا رہی ہیں۔ حالانکہ مسلمانوں کے لئے فارسی اور خاص طور پر عربی کو ترقی دینا مذہبی لحاظ سے بھی ضروری ہے۔ کیا ہی اچھا ہو۔ اگر ان زبانوں کے ممتحن صاحبان یہ بات ملحوظ خاطر رکھیں۔

ضلع شیخوپورہ میں اچھوتوں پر مظالم
حکومت پنجاب کی فوری توجہ کی ضرورت

بیچارے آدھرمیوں کو جنہیں اچھوت اور ادنےٰ اقوام کہا جاتا ہے پہلے تو ہندو ہی نہ صرف ڈرا دھمکا کر بلکہ مختلف طریقوں سے دکھ اور تکالیف پہنچا کر مردم شماری میں ہندو دکھانے پر مجبور کر رہے تھے۔ اور ہندو مردم شماری کرنے والے باوجود آدھرمیوں کی چیخ و پکار کے انہیں خواہ مخواہ ہندو لکھ رہے تھے۔ لیکن اب پریذیڈنٹ صاحب آدھرم منڈل پنجاب جالندھر کی ایک چٹھی اور دوسرے ذرائع سے یہ معلوم کر کے ہمیں نہایت ہی رنج و افسوس ہوا۔ کہ اکالی بھی بیچارے اچھوتوں کو اس لئے تنگ کر رہے اور دکھ دے رہے ہیں۔ کہ وہ اپنے آپ کو سکھ لکھائیں۔ اور دیہاتوں کے سکھ پٹواری بلا اچھوتوں کی رضامندی بلکہ باوجود انکار کے انہیں سکھ لکھتے جا رہے ہیں۔

۲۰- ماہ حال کو پنجاب کی اچھوت اقوام نے ننکانہ ضلع شیخوپورہ میں اپنا ایک جلسہ منعقد کرنے کا اعلان کر رکھا تھا۔ لیکن جب تاریخ مقررہ پر کئی ہزار لوگ جمع ہو گئے۔ جن میں چودھری بنسی لال ممبر پنجاب کونسل اور دیگر سرکردہ لوگ بھی شامل تھے۔ تو اکالیوں نے ایک بہت بڑی جمعیت کے ساتھ جلسہ روک دیا۔ اور ان کے خلاف لیکچر دینے شروع کر دیئے۔ پولیس نے یہ سب کچھ دیکھا۔ لیکن کچھ نہ کر سکی۔ ان لوگوں کو اپنے مجمع کے لئے کھانا پکانے سے بھی روک دیا گیا۔ اور دو تین ہزار آدمی کئی دن بھوکے سردی میں پھرتے رہے جنہیں ہر طرف سے دھکے دیئے جاتے۔

یہ تو ننکانہ میں جلسہ کرنے اور جلسہ پر آنے والوں کی حالت ہوئی۔ باہر دیہات میں جو کچھ کیا جا رہا ہے۔ اور بھی زیادہ دردناک ہے۔ بیان کیا گیا ہے۔ کہ سکھوں نے ان لوگوں کی در بندیاں کر رکھی ہیں پانی پینے سے انہیں روک رکھا ہے۔ مال مویشی ان کے بھوکے مر رہے ہیں پاخانہ وہ لوگ گھروں میں پھر رہے ہیں۔ اگر کوئی باہر نکلے۔ تو اسے زد و کوب کیا جاتا ہے۔ گالیاں اور طرح طرح کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں۔ مکان اور جھونپڑیاں خالی کرائی جا رہی ہیں۔ اور علے الاعلان کہا جا رہا ہے اگر تم نے آدھرمی لکھوایا۔ اور سکھ نہ لکھایا۔ تو یاد رکھنا۔ گورنمنٹ تمہیں کسی اور زمین پر لے جائیگی۔ تم یہاں آباد نہ رہ سکو گے۔ قتل کی کھلم کھلا دھمکیاں بھی دی جاتی ہیں۔

ایک طرف تو یہ ظلم و ستم ہو رہا ہے۔ اور دوسری طرف سکھ پٹواریوں نے اچھوتوں کو سکھ لکھ لیا ہے۔ وہ دُہائی مچا رہے ہیں۔ مگر کوئی اُن کی نہیں سنتا۔

ایک ذمہ دار شخص کے بیان کردہ ان حالات پر اعتماد نہ کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ لیکن اگر ان کا عشر عشیر بھی رونما ہوا ہو۔ تو حکومت کے ذمہ وار افسروں کا فرض ہے۔ کہ اس کا انسداد کریں۔ اچھوت بیچارے غربت اور فلاکت کی وجہ سے اس درجہ کمزور ہیں۔ کہ جب تک حکومت ان کی حفاظت کے لئے خاص انتظام نہ کریگی۔ اس وقت تک ان کا قابو یافتہ لوگوں کے پنجہ ستم سے نکلنا ناممکن ہے۔ پس ہم ضلع شیخوپورہ کے واقعات کی طرف خصوصیت سے حکومت کو توجہ دلاتے ہیں۔ اور فوری طور پر ان مظالم اور زیادتیوں کے انسداد کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جو اچھوت اقوام کے لوگوں پر اکالیوں کی طرف سے کی جا رہی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی ہم مردم شماری کے ذمہ وار افسروں سے یہ کہہ دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ کہ وہ اچھوت اقوام کے متعلق محض کارندوں کی فہرستوں پر بھروسہ نہ رکھیں بلکہ اُن کی پڑتال ایسے حکام کے ذریعہ کرائیں۔ جو اچھوتوں کی تعداد اپنی قوم میں شامل کرنے کا جذبہ نہ رکھتے ہوں۔ وقت بہت قلیل ہے۔ اچھوتوں پر مظالم کا سلسلہ بہت وسیع ہو رہا ہے۔ حکومت کو جلد سے جلد ادھر متوجہ ہونا چاہیئے۔

اس موقعہ پر ہم ان لوگوں کو جو ادنےٰ اقوام پر ظلم و ستم کر کے انہیں اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اور اپنی تعداد بڑھانے کے لئے اُن کی تعداد گھٹا کر انہیں ہمیشہ کے لئے ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں گرائے رکھنا چاہتے ہیں، توجہ دلاتے ہیں۔ وہ ذرا غور کر کے دیکھیں کہ سوراجیہ کا مطالبہ کرنے والوں کے کیا یہی لچھن ہونے چاہئیں۔ جو لوگ خدا تعالےٰ کی مخلوق کے ایک بہت بڑے حصے کو اپنے فوائد اور اغراض پر قربان کرنا چاہتے ہوں۔ اور جو انہیں انسانیت کے معمولی حقوق دینے کے لئے بھی تیار نہ ہوں۔ وہ خود کس مونہہ سے عنان حکومت اپنے ہاتھ میں لینے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ کاش یہ لوگ خود دوسروں کے حقوق کا لحاظ رکھنا سیکھیں۔ تا ان کے حقوق کا لحاظ رکھا جائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

دین اور دنیا دونوں کیلئے رمضان کی کیفیت پیدا کرو

از حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہٖ العزیز

فرمودہ ۱۳ فروری ۱۹۳۱ء

سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

آج کا دن اس لحاظ سے بھی مبارک ہے۔ کہ جمعہ کا دن ہے۔ جو

مسلمانوں کی عید

ہے۔ اور اس لحاظ سے بھی مبارک ہے۔ کہ رمضان کے ان ایام میں آیا ہے۔ جن میں خدا تعالیٰ اپنے بندے کے زیادہ قریب ہو جاتا ہے۔ اور پھر اس لحاظ سے بھی مبارک ہے۔ کہ رمضان کے اس آخری عشرہ میں آیا ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ ایک

خاص وقت قبولیت دعا کا

ایسا آتا ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ کی برکات نازل ہوتی ہیں۔ پھر ہمارے لئے تو اس لحاظ سے بھی مبارک ہے۔ کہ ہمیں اس دن اس مقام پر جمع ہونے اور عبادت کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ جسے خدا تعالیٰ نے

اپنی رضا کے لئے مخصوص

کر دیا ہے۔ اور جب ہم یہ بات دیکھیں۔ کہ وہ مسجد جس کے بڑھاتے وقت بعض لوگ خیال کرتے تھے۔ کہ اس قدر نمازی کہاں سے آئینگے۔ آج اس میں نماز پڑھنا تو کجا سب کے بیٹھنے کے لئے بھی جگہ نہیں۔ تو یہ حالت دیکھکر ہمارے دل خدا تعالیٰ کے افضال اور احسانات کی وجہ سے شکر و امتنان کے جذبات سے پُر ہو جاتے ہیں۔ آج سے پورے

چالیس سال قبل

جو جماعت کی بلوغت کا زمانہ ہے۔ یعنی ۱۸۹۱ء میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے اپنی مسیحیت کے متعلق کتابیں شایع کرنی شروع کیں۔ اور اب ۱۹۳۱ء ہے۔ گویا

آج ہماری جماعت کی عمر

بلوغت کو پہونچ رہی ہے۔ بلوغت روحانیہ کے لئے چالیس سال [illegible] مقرر ہوتا ہے۔ جو اب پورا ہوتا ہے۔ آج سے چالیس سال قبل ایک شخص نے جو مولوی کہلاتا تھا۔ جس کی نظر باوجود دعویٰ علم کے ہمیشہ نیچے کی طرف رہتی تھی۔ اور جو خدا تعالیٰ کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے ایک دوسرے شخص کی نسبت جس کی

برکات کا ظہور

آج ہم دیکھ رہے ہیں۔ اعلان کیا۔ کہ میری تائید اور امداد و نصرت سے ہی اس شخص کو شہرت حاصل ہوئی ہے۔ میں نے ہی اسے بڑھایا ہے اب میں ہی اسے نیچے گراؤنگا۔ لیکن جس مولوی نے یہ دعویٰ کیا۔ اس کے در و دیوار گر گئے۔ اس کی اولاد برباد ہو گئی۔ سوائے شاذ کے جو اس کی شہرت کو حاصل کرنا تو درکنار۔ اس کے قریب ترین مقام کو بھی حاصل نہ کر سکے۔ اور عام لوگوں کی سی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس کا کوئی بچہ تو مر گیا۔ کوئی پاگل ہو گیا۔ ایک کے متعلق تو سُنا تھا۔ کہ آریہ ہو گیا۔ اور اس کے بعد جلد مر گیا۔ گویا جس شخص نے کہا تھا۔ کہ میں نے ہی اسے بڑھایا ہے۔ اور میں ہی گراؤنگا۔ وہ خود اپنے اعمال سے الجھ کر گر گیا۔ لیکن وہ جسے اس نے گرانا چاہا تھا۔ اس کی آواز کو خدا تعالیٰ نے

دنیا کے کناروں تک

پہونچایا۔ اور اس قدر برکت اور ترقی دی۔ کہ دنیا حیران ہے۔ اور حیران ہوتی جائیگی۔ یہاں تک۔ کہ دنیا میں اُسے ایسی قبولیت حاصل ہو جائیگی کہ لوگ خیال کرینگے۔ شاید دنیا اس کی پیدائش کے دن سے ہی اسے مانتی چلی آئی ہے۔ جیسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن آج خیال کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ آپ پہلے دن سے ہی ترقی کے آثار لیکر آئے تھے۔

انبیاءؑ کے دشمن

ایک زمانہ میں تو خیال کرتے ہیں۔ ہم اسے مٹا ڈالینگے۔ اس کی حقیقت ہی کیا ہے۔ لیکن اور دوسرے زمانہ میں وہ خیال کرتے ہیں۔ یہ شروع سے ہی اسی حالت میں [illegible] کہ کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور یہ بڑھتا جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے متعلق ہم نے خود وہ زمانہ دیکھا ہے۔ جب دشمن کہتا تھا۔ میں اسے مسل ڈالونگا۔ اب یہ دیکھنا باقی ہے۔ جب دشمن یہ کہیگا۔ کہ شروع سے ہی حالات ان کے لئے سازگار تھے۔ پس ایک زمانہ تو ہم دیکھ چکے ہیں۔ جب کہا جاتا تھا۔ یہ تعلیم پھیلنے والی نہیں۔ اور اب بھی کہا جاتا ہے۔ کیا ہوا۔ اگر کچھ لوگ ایمان لے آئے۔ عام طور پر لوگ ان باتوں کو ماننے کے لئے تیار نہیں۔ لیکن ایک زمانہ آئیگا۔ جب کہینگے۔ بھلا ایسی باتوں کو بھی کوئی رد کیا کرتا ہے۔ دنیا کا ان کو مان لینا کوئی تعجب کی بات نہیں۔ دراصل

جاہل و عالم میں فرق

یہی ہے۔ کہ جاہل اس زمانہ کی خبر دیتا ہے۔ جس سے وہ واقف نہیں ہوتا۔ اور عالم صحیح واقفیت کی بناء پر خبر دیتا ہے۔ اس زمانہ کے نہ ماننے والے اگلے زمانہ کی خبر دیتے ہیں۔ کہ یہ تعلیم آہستہ آہستہ رد کر دی جائیگی۔ لیکن اگلے زمانہ کے پیچھے کی خبر دینگے۔ کہ اسے کون رد کر سکتا تھا۔ دنیا اس کے ماننے کے لئے بالکل تیار تھی۔ کیونکہ یہ ضرورت زمانہ کے مطابق تھی۔ اور اس طرح دونوں قسم کے لوگ اپنے زمانہ کے سوا دوسرے زمانہ کی خبر دینگے۔ اور یہی علامت جاہلوں کی ہوتی ہے۔ لیکن اس ترقی کو دیکھکر جہاں ہمیں خوشی ہے۔ وہاں

ہم پر ایک ذمہ داری

بھی عائد ہوتی ہے۔ ہم سے پہلوں نے (ہم پہلے ہی کہیں گے۔ کیونکہ ان میں سے بعض وفات پا چکے ہیں۔ اگرچہ بعض زندہ بھی ہیں) اس مسجد کو وسیع کیا تھا۔ [illegible] ہم نے فائدہ اٹھایا۔ اب ہمیں چاہئے۔ اسے اور وسیع کریں تا اگلے فائدہ اٹھائیں۔ نیز مسجد میں جگہ کی اس قدر تنگی ہمیں یہ سبق سکھاتی ہے۔ کہ یہ وقت ہے۔ کہ ہم

روحانی اور جسمانی طور پر

پھیلیں۔ خدا کی برکات کے نزول کی علامت ہی یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ مومنوں پر عرصۂ حیات تنگ ہونے دیتا ہے۔ تا وہ زیادہ قوت کے ساتھ پھیلیں کیونکہ جتنا کسی طاقت والی چیز کو دبایا جائے۔ اتنا ہی وہ زیادہ زور سے باہر نکل کر پھیلنے کی کوشش کرتی ہے۔ یورپین لوگوں نے ہوائی بندوقیں تیار کی ہوئی ہیں۔ جن میں ہوا کی زیادہ مقدار کو ایک تنگ جگہ میں روک دیا جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جب اُسے چلایا جائے۔ تو وہ کئی گز دور تک چھرا پھینک سکتی ہیں۔ اسی طرح بعض جگہ تو ہوائی توپیں بھی بنائی گئی ہیں۔ پس ہوا کو بھی اگر دبایا جائے تو وہ بھی زیادہ زور کے ساتھ باہر نکلتی ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندوں کو دباتا ہے۔ کبھی ان پر جگہ تنگ کرتا ہے۔ کبھی دوسروں کو ظلم کرنے کا موقعہ دیتا ہے۔ کبھی وہ اپنے بڑھے ہوئے حوصلوں کے مقابل میں اپنے محدود سامان اور ذرائع کو دیکھکر تنگ ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ ہر طرف سے تنگ ہو کر ہوا کی طرح باہر نکلتے ہیں۔ اور اپنے

مقدور سے بہت دُور

تک بڑھ جاتے ہیں۔

یہ رمضان کا مہینہ ہے۔ جو خود ترقی کی طرف بلاتا ہے۔ رمضنہ کے معنے ہیں۔ گرمی کا تیز ہوجانا۔ بعض نادان خیال کرتے ہیں رمضان اسی لئے کہتے ہیں۔ کہ اس کا

گرمی سے تعلق

ہے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ جبکہ رمضان ہمیشہ بدل بدل کر مختلف موسموں میں آتا ہے۔ کبھی سخت گرمی میں۔ اور کبھی سخت سردی میں۔ اگر اس کا تعلق شمسی مہینوں سے ہوتا۔ تو یہ معنے درست سمجھے جاسکتے تھے۔ مگر اس کا تعلق قمری مہینوں سے ہے۔ پھر اگر رمضان صرف عربوں کے لئے ہوتا۔ تو کہا جاسکتا تھا۔ کہ چونکہ وہ ملک گرم ہے وہاں کی گرمی کی وجہ سے اس کا یہ نام رکھا گیا۔ لیکن اول تو اس کا تعلق قمری مہینوں سے ہے۔ اس لئے سردی میں بھی آتا ہے مثلاً آج کل کونسی گرمی ہے۔ سحری کے وقت گرم کپڑا اوڑھ کر سحری کھانی۔ اور نماز پڑھنی پڑھتی ہے۔ اس وقت کی سردی مضبوط آدمی ہی برداشت کرسکتا ہے۔ کئی کمزور کو ان دنوں نمونیا ہوجاتا ہے۔ اسلئے گرمی سے تعلق ہونے کی وجہ سے اس کا نام رمضان نہیں پس اول تو عرب میں بھی یہ سردیوں میں آتا ہے۔ لیکن اگر گرمیوں میں بھی ہوتا۔ تو محض اس وجہ سے اس کا نام رمضان اسی وقت رکھا جا سکتا تھا۔ جب یہ صرف عرب کے لئے ہوتا۔ لیکن دنیا میں کئی ممالک ایسے ہیں۔ جہاں سارا سال ہی سردی رہتی ہے۔ جیسے یورپ۔ اور وہ مذہب جس کا دعوےٰ ہو۔ کہ وہ سارے جہان کے لئے ہے۔ ایسا نام کیسے اختیار کرسکتا ہے۔ جو کسی

خاص ملک سے مخصوص

ہو۔ پس رمضان کے معنے وہی ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائے ہیں۔ کہ یہ

رُوحانی گرمی

پر دلالت کرتا ہے۔ ان دنوں میں اللہ تعالےٰ انسان کو خاص طور پر رُوحانی کاموں میں لگا دیتا ہے۔ تا اس کے اندر ایسی گرمی پیدا کرے کہ وہ اس کے فیوض حاصل کرسکے۔ اُردو میں بھی

گرم ہوجاؤ کا محاورہ

استعمال ہوتا ہے۔ جس کے معنے یہ ہوتے ہیں۔ خوب تیزی اور سرگرمی سے کام کرو۔ پھر زور کے ساتھ کام کرنے کے نتیجہ میں بھی گرمی پیدا ہوجاتی ہے۔ عربی کا بھی ایک محاورہ ہے۔ کہ جب لڑائی تیز ہو۔ تو کہتے ہیں حمی یا یہ کہ لڑائی کا تنور گرم ہوگیا۔ تو گرم ہونے کے یہ معنے بھی ہوتے ہیں۔ کہ کام کو پوری جدوجہد سے کیا جائے۔ پس

رمضان کے معنے

یہ ہیں۔ کہ انسان خدا تعالےٰ کے قرب کے لئے گرمی پیدا کرتا ہے۔ اور غور کرو۔ کیا یہ کم گرمی ہے۔ کہ وہ لوگ جو گیارہ مہینوں میں کبھی تہجد نہیں پڑھتے۔ ان دنوں وہ بھی پڑھنے لگ جاتے ہیں۔ اور جو کبھی ایک وقت بھی فاقہ نہیں کرتے۔ وہ تمام مہینہ سارا سارا دن بھوکے رہتے ہیں۔ اور جو صدقات اور خیرات سے اسلئے جی چراتے ہیں۔ کہ مال خرچ ہوجائیگا۔ وہ بھی اس مہینہ میں زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ غرض وہ چیزیں جو انسان کو زیادہ غافل بنا دیتی ہیں۔ یعنی زیادہ کھانا۔ پینا۔ زیادہ سونا۔ زیادہ باتیں کرنا۔ اور زیادہ مالدار ہونا۔ ان سب میں تبدیلی ہوجاتی ہے۔ اور ان کی بجائے

چستی پیدا کرنے والی باتیں

انسان اختیار کرلیتا ہے۔ یعنی کم کھانا۔ کم سونا۔ کم باتیں کرنا۔ اور مال خرچ کرنا۔ زیادہ مال جمع کرنے والے بھی سست ہوجاتے ہیں۔ غرض یہ سب چستی پیدا کرنیوالی باتیں رمضان میں جمع ہوجاتی ہیں۔ کہ انسان کم کھاتا ہے۔ تھوڑا سوتا ہے۔ ذکر الٰہی میں مشغول رہنے کی وجہ سے کم باتیں کرتا ہے۔ اور مال زیادہ خرچ کرتا ہے۔ جو لوگ صدقہ نہ بھی کریں۔ رمضان کے مہینہ میں وہ اپنی خوراک پر ہی زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ ہر شخص روز کہاں پراٹھے کھاتا ہے۔ مگر رمضان میں عام طور پر لوگ پراٹھے کھاتے ہیں۔ یا انطاری پر ہی کچھ نہ کچھ زیادہ خرچ کرتے ہیں۔ غرضیکہ اس مہینہ میں مزید زیادہ خرچ ہوجاتا ہے۔ اور جو لوگ زیادہ صدقہ خیرات کرنیکے عادی نہیں۔ وہ اپنے جسم کی حفاظت کیلئے ہی زیادہ خرچ کردیتے ہیں۔ وہ چاہے خدا کے لئے نہ کریں۔ مگر اپنے نفس کے لئے ضرور کردیتے ہیں۔

غرض رمضان میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ انسان محنت کرے۔ تب ہی اس کے لئے عید ہوسکتی ہے۔ اور اپنے اندر یہ سبق رکھتا ہے۔ کہ اگر انسان واقعی اپنے اُوپر

رمضان کی حالت

طاری کرے۔ تو اس پر کوئی مصیبت نہیں آسکتی۔ اور جو ساری کی ساری قوم کم کھائے۔ کم سوئے۔ مالی قربانیاں کرے۔ اور ذکر الٰہی میں مشغول رہے۔ وہ کب ترقی سے محروم رہ سکتی ہے۔ خصوصاً وہ قوم جو اللہ تعالےٰ کے لئے یہ سب کچھ کرے۔ جو سعی و تدبیر بھی کرے۔ اور خدا تعالےٰ کی برکت بھی اس کے شامل حال ہو۔ وہ ضرور کامیاب ہوکر رہتی ہے۔ ہمیں

غور کرنا چاہئے

کہ کیا واقعی ہم اور ہماری اولادیں رمضان کی حالت میں سے گزر رہی ہیں۔ کیا ان میں کوشش اور محنت کی عادت پیدا ہورہی ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ

احمدیوں کی اولادیں

دوسروں سے بہت اچھی ہیں۔ مگر ان کی تربیت کے لئے جس کوشش اور قربانی کی ضرورت ہے۔ ہم ابھی اس کا دسواں حصہ بھی نہیں کر رہے۔ حالانکہ جس طرح بڑوں کے اندر ترقی کرنے کی رُوح موجود ہے اسی طرح بلکہ اس سے زیادہ ہماری اولادوں کے اندر ہونی چاہئیں۔ اور اس ذمہ واری کو ماں باپ کو اپنی اولاد کے متعلق اور مدرسین کو قوم کے بچوں کے متعلق اٹھانیکی کوشش کرنی چاہئے۔ اس وقت یہاں

چار درسگاہیں

ہیں۔ گرلز سکول۔ ہائی سکول۔ احمدیہ سکول اور جامعہ احمدیہ ان چاروں میں تعلیم حاصل کرنے والے بچوں کے متعلق اگر ہمارے کارکن رمضان کو مدنظر رکھیں۔ اور کوشش کریں۔ کہ ان کے اندر قابلیت کے ساتھ محنت اور جفاکشی کی عادات پیدا ہوں۔ تو ہمارے لئے

حقیقی رمضان

آسکتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے۔ کہ انسان کے اندر خواہ کتنا اخلاص کیوں نہ ہو۔ وہ اپنے گردوپیش کے حالات سے بچپن میں جو اثر قبول کرتا ہے۔ وہ باقی رہ جاتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی طبیعت

سادہ تھی۔ آپ کھلی کھلی بات کرنے سے ہچکچاتے نہ تھے۔ بعض دفعہ غیرت یا نصیحت کے جوش میں آپ سخت الفاظ بھی کہدیتے تھے اور کئی بار آپ نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا۔ میاں یہ ہماری تربیت کا نقص ہے۔ ہمارے وقت میں تربیت کے ایسے مواقع نہ تھے۔ جیسے اب ہیں۔ آئندہ نسلوں کے لئے بہتر تربیت کا موقع ہے۔ اور یہ بات ٹھیک ہے۔ ابتدائی لوگ خواہ اخلاص میں کتنی ہی ترقی کیوں نہ کرجائیں۔ چونکہ ان کا بچپن ایسے لوگوں میں گزرا ہوتا ہے۔ جو صحیح تربیت سے محروم تھے۔ اس لئے کبھی غصہ کے وقت ان کی زبانوں پر وہی الفاظ جاری ہوسکتے ہیں۔ جو انہوں نے بچپن میں دوسروں سے سُنے تھے۔ بخاری میں صلح حدیبیہ کے موقعہ پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے منہ سے بھی ایک گالی کی روایت کی گئی ہے۔ جو ایک شخص کو رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں بےادبی کرتے ہُوئے دیکھکر بے اختیار آپ کے منہ سے نکل گئی۔ لیکن جب ایمان پھیل جاتا ہے۔ تو مومن اپنی اولادوں کی بہتر تربیت کرسکتے ہیں۔ (انبیاء کی ذات مستثنےٰ ہے۔ کہ اُن کی تربیت اللہ تعالےٰ کرتا ہے) اور پہلوؤں سے بہتر بناسکتے ہیں۔ اس لئے اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ کہ بچوں کے اندر پہلوں کی خوبیاں تو آئیں۔ مگر ان کی کوتاہیاں نہ آنے پائیں۔ پھر بعض لوگ تربیت تو اچھی کرتے ہیں۔ مگر ان کے اندر

اخلاص پیدا کرنیکی کوشش

نہیں کرتے۔ ان کے الفاظ شستہ ہوتے ہیں۔ گفتگو سلجھی ہوئی ہوتی ہے ادب بھی ان میں ہوتا ہے۔ مگر ان کے دل ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ انکے اندر وہ گرمی نہیں ہوتی۔ جو دین کے متعلق ان کے ماں باپ میں تھی۔ ایسے لوگ انسان نہیں۔ بلکہ مشینیں ہوتے ہیں۔ جو قوم کو کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکتے۔ قوم کو وہی نسل تباہی سے بچا سکتی ہے۔ جس کے اندر ظاہری تربیت کے ساتھ اخلاص بھی ہو۔ اگر صرف ظاہری تربیت ہی ہو۔ انسان کی زبان صاف ہو جسم صاف ہوں۔ اور لباس بھی صاف ستھرے ہوں۔ وہ محنتی بھی ہوں۔ مگر ان کے دلوں میں دین کے لئے اخلاص نہ ہو۔ تو وہ کسی فائدہ کا موجب نہیں ہوسکتے۔ اور اگر دل میں اخلاص ہو۔ اور تربیت میں نقائص رہ جائیں۔ اور پہلے اثرات ان میں منتقل ہوجائیں۔ تو پھر بھی کماحقہ ترقی نہیں ہوسکتی۔

ترقی کے لئے ضروری ہے

کہ ظاہری تربیت اور اخلاص دونوں موجود ہوں۔ پس ضرورت ہے کہ یہ دونوں باتیں ہم اپنی اولادوں میں پیدا کریں

حضرت مسیح علیہ السلام کی بعض نصیحتیں

مجھے بڑی پیاری لگتی ہیں۔ بلکہ یہ فقرہ میں نے غلط کہا۔ انبیاء کی ساری باتیں ہی پیاری ہوتی ہیں۔ یوں کہنا چاہیئے۔ کہ ان کی جو باتیں انجیل میں باقی رہ گئی ہیں۔ وہ سب بہت ہی پیاری ہیں۔

ایک موقعہ پر

کچھ لوگ اپنے بچوں کو ان کی مجلس میں لائے۔ شاگردوں نے ان کو جھڑکا۔ مگر آپ نے فرمایا۔

”بچوں کو میرے پاس آنے دو۔ اور انہیں منع نہ کرو۔ کیونکہ خدا کی بادشاہت ایسوں ہی کی ہے۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں۔ کہ جو کوئی خدا کی بادشاہت کو بچے کی طرح قبول نہ کرے۔ وہ اس میں ہرگز داخل نہ ہوگا۔“ (لوقا $\frac{18}{15 \cdot 17}$)

اس میں آپ نے

دو سبق

دیئے ہیں۔ اول تو یہ کہ اپنی اولادوں کو ٹھنڈا مت کرو۔ انہیں جوش میں بڑھنے دو۔ تا ان کے اندر سردی پیدا نہ ہو۔ کیونکہ جب بھی قواعد کی بہت سختی سے پابندی کرائی جائے۔ تو اس سے بھی کسی قدر سردی پیدا ہو جاتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے۔ پہلے میرے مسجد میں آنے پر صفیں بنانے کا وراستہ دینے کا طریق نہ تھا۔ اور لوگ خصوصاً بچے مجمع میں گھستے ہوئے آگے آتے۔ اور مصافحہ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ مگر جب سے صفیں بنانے کا قاعدہ ہوا ہے۔ بعض اوقات پاس سے گذر جانے پر بھی بعض لوگ اس خیال سے چپ چاپ بیٹھے رہتے ہیں۔ کہ

قاعدہ کی پابندی

میں کہیں غلطی نہ ہو جائے۔ ایسا ہی کوئی قاعدہ وہاں بنایا گیا ہوگا۔ جس پر آپ نے فرمایا۔ کہ بچوں کو آگے آنے دو۔ کیونکہ ان کو آگے لانا ہی

خدا کی بادشاہت

کو لانے کا ذریعہ ہے۔ ان لوگوں کے نزدیک چونکہ دنیوی ترقیات ہی بڑی کامیابی تھی۔ اس لئے حضرت مسیح ناصری علیہ السلام نے ان کے ہی محاورے کے مطابق خدا تعالیٰ کی بادشاہت کا محاورہ دنیا میں ان کی بادشاہت کے معنوں میں استعمال کیا۔ اور بتایا۔ کہ اگر یہی اخلاص بچوں کے اندر قائم رہا۔ تو مسیحیت کی بادشاہت دنیا میں بہت جلد قائم ہو جائے گی

دوسرا مفہوم

اس فقرہ کا یہ تھا۔ کہ بچوں کے اندر جو جوش وخروش ہے۔ اگر بڑے بھی اپنے اندر اسی قسم کا جوش وخروش پیدا کرلیں۔ تو وہ خدا کی بادشاہت میں داخل ہو سکتے ہیں۔ یہ بات بھی ہمارے تجربہ سے ظاہر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔

بڑھیا جیسا ایمان

خدا تک پہنچا سکتا ہے۔ بڑھیا عورت جس بات کو صحیح اور درست سمجھتی ہو۔ خواہ لاکھ دلائل دیئے جائیں۔ اس کے خلاف نہیں مان سکتی۔ پس خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے انبیاء جیسا ایمان یا پھر کم سے کم بڑھیا جیسا ایمان ضرور ہونا چاہیئے۔ یعنی ایک دفعہ صداقت کو سوچ سمجھ کر مان لینے کے بعد پھر کوئی چیز راستہ میں روک نہ ہونی چاہیئے۔ اور کسی قسم کے اوہام سے قطعاً متاثر نہ ہونا چاہیئے۔ بعض نادان

فروعات کو عقل سے سمجھنے کی کوشش

کرتے ہیں۔ اصول کو تو عقل کے مطابق دیکھنا چاہیئے۔ مثلاً یہ کہ نماز کی کوئی ضرورت ہے۔ یا نہیں۔ یا اسلام خدا تعالیٰ سے ملا سکتا ہے یا نہیں۔ لیکن اس بات کو عقل سے سمجھنے کی کوشش کرنا۔ کہ ظہر کے فرض چار کیوں ہیں۔ اور فجر کے دو کیوں۔ بے وقوفی ہے۔ ایسی تفاصیل بھی روحانی طور پر سمجھ میں آسکتی ہیں۔ مگر دلیل سے انہیں سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ کوئی شخص مغرب کے چار فرض پڑھ کر دیکھ لے۔ اس کے ایمان میں ضرور نقص پیدا ہو جائیگا۔ مگر یہ دلیل کی بات نہیں۔ بلکہ تجربہ کی ہے۔ اسی طرح کوئی صبح کی نماز میں چار رکعتیں فرض پڑھ کر دیکھے۔ روحانی طور پر معاً تنزل شروع ہو جائیگا۔ حالانکہ بظاہر یہ زیادہ عبادت ہے۔ تو یہ تفاصیل اپنے اندر

نہایت باریک حکمتیں

رکھتی ہیں۔ اول تو انسانی دماغ سب کو سمجھ نہیں سکتا۔ اور جس حد تک سمجھ سکتا ہے۔ وہ کان سے نہیں۔ بلکہ قلب سے سمجھ سکتا ہے۔ قلب کے اندر ایک نور پیدا ہوتا ہے۔ جس سے کسی حد تک وہ ان کی حکمتوں سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ پس بڑھیا جیسے ایمان کے یہ معنی ہیں۔ کہ ایک دفعہ اصول سمجھ لے۔ اور پھر تفاصیل کی باریکیوں میں نہ پڑے

بچوں کی تربیت

درحقیقت قومی ترقی کا ذریعہ ہے۔ اس لئے اپنی اولادوں کے اندر دین کے لئے گرمی اور جوش پیدا کرو۔ تاکہ وہ اپنی زندگی کو دنیا کیلئے مفید اور بابرکت بنائیں۔ دنیا میں احساس ہی انسان کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیتا ہے۔ آج کل مسلمان خیال کرتے ہیں۔ کہ خاص قواعد کی پابندی سے ترقی ہو سکتی ہے۔ حالانکہ ترقی کا انحصار اخلاق پر ہے۔ جب اخلاق مضبوط ہوں۔ تو ظاہری طور پر کوئی قوم خواہ کتنی کمزور کیوں نہ ہو۔ وہ برابر بڑھتی چلی جاتی ہے

انبیاء کی جماعتیں

کیوں اس قدر ترقی کر جاتی ہیں۔ اس وجہ سے کہ ان کے اخلاق اعلیٰ ہوتے ہیں۔ ان کے راستہ میں جو روک آتی ہے۔ وہ اس پر غالب آجاتے ہیں۔ ان کے دشمن گو بہت مالدار اور صاحب حکومت ہوتے ہیں۔ سو وہ ذلیل ورسوا ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ

اخلاق کی تلوار

کے مقابلہ میں کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ لوہے کی تلوار بہت تھوڑے لوگوں کو قتل کر سکتی ہے۔ مگر اخلاق کی تلوار بہت کام کرتی ہے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر لوہے کی تلوار سے دنیا کو فتح کرتے۔ تو آپ کی وفات کے بعد یہ تلوار زنگ آلود ہو جاتی۔ مگر چونکہ آپ نے اخلاق کی تلوار سے دنیا کو فتح کیا۔ اور نئی زندگی عطا کی۔ اس لئے چودہ سو سال کے قریب گزر جانے کے بعد بھی آپ کی تلوار اسی طرح لوگوں کو اپنے آگے جھکا رہی ہے۔ جس طرح پہلے زمانہ میں جھکاتی تھی۔

ہم لوگ کون ہیں؟

وہی جنہیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعہ ذبح کیا۔ ہم لوگ وہ بکریاں ہیں جنہوں نے اپنی مرضی سے وہ چھری اپنی گردنوں پر چلوائی۔ اس لئے ہمیں نئی زندگی عطا کی گئی۔ لیکن جن کی گردنوں پر وہ زبردستی چلائی جاتی ہے وہ ہمیشہ کے لئے مر جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے انبیاء گڈریا اور راعی ہوتے ہیں۔ اور تمام دنیا ان کے سامنے بکریوں کی مانند ہوتی ہے۔ جو لوگ اپنی مرضی سے اپنی گردنوں پر تلوار چلاتے ہیں۔ انہیں نئی زندگی عطا کی جاتی ہے۔ لیکن جن گردنوں پر وہ خفگی اور ناراضگی سے چلائی جائے۔ وہ ہمیشہ کے لئے نابود ہو جاتے ہیں۔ ہمیں اپنے حالات اور تکالیف یاد کر کے اتنا دکھ نہیں پہنچتا۔ جتنا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکالیف اور مصائب کا حال پڑھ کر ہوتا ہے۔ وہ حالات یاد کر کے آج بھی آنکھ کی بند دھ جاتی ہے

ایک چھوٹی سی بات

ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب مسلمانوں کو ترقیات حاصل ہوئیں۔ اور ہر قسم کے آرام وآسائش کے سامان مہیا ہو گئے تو ایک دفعہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا آپ عمدہ آٹے کی روٹی کھا رہی تھیں۔ اور آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ آپ نے فرمایا میں یہ روٹی کھا تو رہی ہوں۔ کیونکہ خدا کی نعمت ہے۔ مگر تکلیف بھی محسوس کر رہی ہوں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں چکیاں نہ ہوتی تھیں۔ ہم پتھروں پر دانے کوٹ کر آٹا بناتے تھے۔ جو بہت موٹا ہوتا تھا۔ اور اس کی روٹیاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھایا کرتے تھے۔ اگر آپ آج زندہ ہوتے۔ تو ہم یہ روٹیاں آپ کو کھلاتے۔ اگرچہ ترقی کا زمانہ آگیا۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سے تکالیف اور مصائب کا زمانہ گزر گیا۔ پھر یہ تکالیف ہمیں ہی نظر آتی ہیں۔ آپ نہیں تکالیف نہ سمجھتے تھے۔ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نگلے کو عمدہ آٹے کی روٹی پکڑ لیتی تھی۔ اور آپ کے آنسو رواں ہو جاتے تھے۔ اب اسکا ہم پر بھی اثر ہوتا ہے۔ اور میں تو جب یہ واقعہ پڑھتا ہوں۔ یا بیان کرتا ہوں۔ تو میرے گلے میں بھی کوئی چیز پھنسنے لگتی ہے۔ حالانکہ بظاہر یہ امر

ہنسی کے قابل

معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اب اس زمانہ کو چودہ سو سال گذر چکے۔ خدا تعالےٰ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بعد میں بہت فضل بھی کئے۔ آپ کو وفات سے قبل فتوحات بھی دیں۔ طاقت دی۔ پھر آپ کے غلاموں کو طاقت اور بادشاہت عطا کی۔ وہ بڑے بڑے بادشاہوں کے تخت پر متمکن ہوئے۔ اور ان کے زیور اور لباس آپ کی پیشگوئی کے مطابق غریب مسلموں میں تقسیم کئے گئے۔ گویا بالکل نئے حالات پیدا ہو گئے۔ مگر آج بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا کوئی واقعہ پڑھکر ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی چیز دل کو مسلنے لگ گئی ہے۔ یہ بظاہر ایک مجنونانہ سی بات ہے۔ مگر کیا تم میں سے کوئی ہے۔ جو اس جنون کو چھوڑنے کے لئے تیار ہو۔ دنیا کی تمام عقلیں اس

جنون پر قربان

اور دُنیا کی تمام خوشیاں اس رنج پر فدا کرنے کے قابل نظر آتی ہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالےٰ نے ایسے اخلاق دیئے۔ کہ اس چھری نے آج چودہ سو سال کے بعد بھی ہم سبکو ذبح کر رکھا ہے۔ آپ کے اخلاق آج بھی ہمارے دلوں پر اپنا اثر ڈال رہے ہیں۔ گویا آپ کے اخلاق وائرلیس کا سب سے بڑا آلہ تھا۔ وائرلیس کا آلہ دس پندرہ ہزار میل پر خبر پہونچا سکتا ہے۔ مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وائرلیس کا ایسا زبردست آلہ ہیں۔ کہ نہ صرف اپنی زندگی میں بلکہ آج چودہ سو سال بعد بھی وُہ خبر برابر چلی جارہی ہے۔ دراصل یہ ہے صحیح رمضان۔ جو نہ صرف اپنے اندر گرمی پیدا کرے۔ بلکہ دوسروں کے دلوں کو بھی گرما دے۔ اور ضرورت ہے۔ کہ ہم اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو بھی اسی گرمی سے گرما دیں۔

مومن کو ہر بات میں لوگوں سے آگے ہونا چاہئے۔ اور اسے صبر نہیں آنا چاہئے۔ جب تک

سب سے بالا مقام

پر نہ پہونچ جائے۔ مومنانہ غیرت یہ کس طرح گوارا کر سکتی ہے۔ کہ نہ ماننے والے ماننے والوں سے کسی بات میں آگے بڑھ جائیں۔ لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے۔ کہ مومن تو دُنیا میں صرف چند لاکھ ہوں۔ اور منکر کروڑوں کی تعداد میں ہوں۔ کیا

کوئی زندہ قوم

اس ذلت کو برداشت کر سکتی ہے۔ پس تم جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے والے کہلاتے ہو۔ اور آپ کے ذریعہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپاہیوں میں داخل ہو چکے ہو۔ تمہارا فرض ہے۔ کہ اس وقت تک دم نہ لو۔ جب تک تمام دُنیا کو آپ کی غلامی میں داخل نہ کر لو۔ پھر کیا کوئی

غیرت مند مومن

یہ بات برداشت کر سکتا ہے۔ کہ جو اخلاق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ وہ تو دنیا سے مفقود ہو جائیں۔ اور ان کی جگہ دوسری باتیں لے لیں۔ کیا یہ گرمی کہلا سکتی ہے۔ گرم جوشی آگے نکلنے کا نام

ہے۔ ٹھنڈی چیز ہمیشہ دب کر رہتی ہے۔ گرمی تو اُبل اُبل کر باہر نکلتی ہے جس طرح ہنڈیا ابلتی ہے۔ رمضان کے معنے یہ ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کا بندہ ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ بلکہ اُبل رہا ہے۔ پس ہمیں سوچنا چاہئے۔ کہ کیا ہم اپنی اور دوسروں کی اصلاح کے لئے اسی طرح اُبل رہے ہیں۔ جس طرح اُبلنے کا حق ہے۔

اس میں شبہ نہیں۔ کہ ہماری جماعت میں

اصلاح اور ترقی کا خیال

ہے۔ مگر یہ سخت غلطی ہے۔ کہ انسان دوسروں کو دیکھکر مطمئن ہو جائے۔ اور یہ خیال کرلے۔ کہ میں دوسروں سے بہت ترقی یافتہ ہوں۔ ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ وہ اس مقام پر پہونچ جائے۔ جو واقعی خوشی کا مقام ہے۔ کیا اندھے کو دیکھکر کوئی کانا خوش ہو سکتا ہے۔ اور کہہ سکتا ہے۔ کہ غنیمت ہے۔ میری ایک آنکھ تو سالم ہے۔ اگرچہ اس میں موتیا ہی اترا ہوا ہے۔ پس اگر ہم یہ خیال کرکے مطمئن ہو کر بیٹھ جائیں۔ کہ ہم دوسروں سے اچھے ہیں۔ تو ہماری حالت ایسی ہی ہوگی۔ جیسے مشہور ہے۔ کہ

ایک سپاہی

کہیں سفر پر جارہا تھا۔ راستے سے دُور کسی نے نہایت عاجزی سے اُسے پکارا۔ سپاہی اگرچہ عام طور پر سنگدل ہوتے ہیں۔ مگر کبھی ان میں بھی رحم کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اسے بھی ترس آگیا۔ اور وُہ پکارنے والے کی طرف بڑھا۔ پاس جا کر دیکھا۔ کہ دو آدمی لیٹے ہیں۔ اس نے پوچھا۔ کہو کیا بات ہے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ میری چھاتی پر بیر پڑا ہے۔ ذرا اٹھا کر میرے منہ میں ڈال دینا۔ اس پر سپاہی کا رحم غصہ سے بدل گیا۔ اور اس نے کہا۔ نامعقول انسان تو نے خواہ مخواہ میرا سفر خراب کیا۔ کیا خود بیر اٹھا کر منہ میں نہ ڈال سکتے تھے۔ یہ سُنکر دوسرا بولا۔ آپ اس قدر خفا نہ ہوں۔ یہ بہت ہی کاہل اور سُست آدمی ہے۔ اس سے زیادہ سُست تو شاید دنیا بھر میں کوئی نہ ہو۔ تمام رات کتا میرا منہ چاٹتا رہا۔ مگر یہ اُسے دھتکار نہ سکا۔ یہی مثال ہماری ہوگی۔ اگر ہم اس بات پر مطمئن ہو جائیں۔ کہ غیر احمدیوں عیسائیوں اور ہندوؤں سے

ہماری حالت اچھی ہے

گو بالکل اچھی نہیں۔ برائی چھوٹی کیا اور بڑی کیا۔ آخر برائی ہے۔ اور اسے دور کرنا چاہیئے۔ کیا کوئی عقلمند اس بات پر اطمینان اور خوشی کا اظہار کر سکتا ہے۔ کہ دوسرے کے کھانے کے برتن میں آدھ سیر پیشاب پڑا ہے۔ اور میرے میں فقط ایک ڈرام ہی ہے۔ پس ضرورت ہے۔ کہ ہم صرف یہ نہ دیکھیں۔ کہ دوسروں سے اچھے ہیں یا نہیں۔ بلکہ یہ دیکھیں۔ کہ خدا نے جو

اخلاق کا معیار

قائم کیا ہے۔ اس پر ہم پورے اترتے ہیں۔ یا نہیں۔ پھر بعض لوگ بجائے اس کے کہ اپنا نقص دیکھیں۔ اور اس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں۔ دوسروں کے نقائص دیکھتے رہتے ہیں۔ اور ہمیشہ یہی کہتے ہیں۔ جماعت میں یہ نقص پیدا ہو گیا۔ وُہ نقص پیدا ہو گیا۔ مگر یاد رکھو۔ ایسا شخص منافق ہوتا ہے۔ اگر وہ خود اخلاق کے اس مقام پر پہونچا ہوتا۔ جو

اسلام کا مطمح نظر

ہے۔ تو کبھی ایسی باتیں نہ کرتا۔ کیونکہ جو شخص اس مقام پر پہونچ جائے۔ وہ عام نصیحت تو کر سکتا ہے۔ مگر بے چینی اور بیدلی کبھی نہیں پھیلاتا۔ اب دیکھو۔ میں نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ یہ بھی تو جماعت کو نقائص اور کمزوریوں کی طرف ہی توجہ دلائی ہے۔ مگر کیا کوئی ہے۔ جو میرے اس خطبہ کو سُنکر یہاں سے مایوس ہو کر اُٹھے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ہر ایک

تازہ ہمت

لیکر اُٹھے گا۔ باوجودیکہ میں نے بھی کمزوریوں کی طرف ہی متوجہ کیا ہے۔

منافق مایوسی پیدا کرتا ہے

اس کی غرض اصلاح نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ تباہ کرنا چاہتا ہے۔ پس اپنے اخلاق کو اس نقطہ نگاہ سے نہ دیکھو۔ کہ دوسروں کی کیا حالت ہے۔ بلکہ تمہارے پیش نظر وہ مقام ہونا چاہئے جس پر خدا تعالےٰ کھڑا کرنا چاہتا ہے۔ اگر ایسا کرو گے۔ تو ترقی حاصل ہوگی۔ اور تمہارے اندر گرمی پیدا ہوگی۔ اور تم اس مقام پر ضرور پہونچ کر رہو گے۔ جو شخص سیر کے لئے گھر سے نکلے۔ وُہ تو جہاں سے چاہے۔ واپس لوٹ سکتا ہے لیکن جس کے پیش نظر کوئی منزل ہو۔ وہ راستہ سے نہیں پلٹا کرتا۔ اسی طرح اگر خدا تعالےٰ کا مقرر کردہ مقام تمہارا مقصود ہوگا۔ تو چلتے جاؤ گے۔ جب تک کہ اس پر نہ پہونچ جاؤ۔ پس اخلاق کے بلند مقام کو حاصل کرنے کے لئے اپنی کوشش کو سیر کی مانند نہ رکھو۔ بلکہ اس سفر کی مانند بناؤ۔ جو

منزل مقصود

پر پہونچنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ اور جب تک اس تک نہ پہونچ جاؤ۔ دم نہ لو۔ یہی حال تمہاری دُنیا کا ہونا چاہئے۔ اس میں بھی کسی سے پیچھے نہ رہو۔ کیونکہ مومن کسی میدان میں

دوسروں سے پیچھے رہنا

پسند نہیں کرتا۔ سید احمد صاحب سرہندی کے ایک مخلص مرید اور خلیفہ سید اسماعیل شہید دہلوی نے کہیں سے سُن لیا۔ کہ کوئی سکھ اس قدر تیرتا ہے۔ کہ اس کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ آپ نے دریافت کیا۔ کیا کوئی مسلمان بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کہا گیا۔ نہیں۔ آپ کو اس سے بہت شرم آئی۔ اور آپ نے تیرنے کی مشق شروع کی۔ اور اس میں اتنا کمال حاصل کیا۔ کہ آخر اس سکھ کو

مقابلہ کے لئے چیلنج

دیدیا۔ تو مومن کسی میدان میں بھی شکست کو تسلیم کر ہی نہیں سکتا۔ اس لئے ہمارے اندر ترقی کی وُہ رُوح ہونی چاہئے۔ کہ ہمارا زمیندار دوسرے زمیندار سے۔ ہمارا لوہار دوسرے لوہار سے۔ ہمارا ترکھان دوسرے ترکھانوں سے۔ ہمارا پروفیسر دوسرے پروفیسر سے اور ہمارا وکیل دوسرے وکیل سے بڑھکر ہو۔ جب ہم خدا تعالےٰ کی باتوں کو سمجھ اور سیکھ سکتے ہیں۔ تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ کہ دنیوی علوم کو دوسروں سے بہتر طور پر نہ سیکھ سکیں۔ اور یہ اپنی سُستی ہوگی۔ اگر کوئی کوشش نہ کرے۔

دگرنہ مومن کے معنی ہی یہ ہیں۔ کہ اس کی نظر بہت باریک چیزوں تک پہنچتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے چودھویں رات کے چاند کی روشنی میں کسے شبہ ہو سکتا ہے۔ مگر

پہلی رات کا چاند

ہر ایک کو نظر نہیں آیا کرتا۔ جو لوگ انبیاء پر ابتداء میں ایمان لاتے ہیں۔ وہ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جو پہلی رات کے چاند کو دیکھتے ہیں اور یہ اس بات کا ثبوت ہوتا ہے۔ کہ ان کی نظر بہت تیز ہے۔ پس جو شخص پہلی رات کا چاند دیکھ سکتا ہے۔ وہ دوسری تیسری اور چوتھی کا کیوں نہ دیکھ سکیگا

روحانی علم اور معرفت

پہلی رات کا چاند ہے۔ اور دنیوی علوم بعد کی راتوں کے۔ اگر ہم خدا کی باتیں سیکھ سکتے ہیں۔ تو دنیوی علوم کیوں نہیں سیکھ سکتے۔ ضرور سیکھ سکتے ہیں۔ مگر مشکل یہی ہے۔ کہ آنکھیں کھولکر دیکھتے نہیں۔ ہمارے اندر یہ احساس ہونا چاہئیے۔ کہ ہر میدان میں دوسروں سے آگے نکل جائیں۔ جس طرح ہم دینی علوم میں دوسروں سے آگے ہیں اسی طرح کوشش کرنی چاہئیے۔ کہ دنیوی کاموں۔ دنیوی علموں اور صنعتوں میں بھی دوسروں سے آگے ہوں۔ اور جتنا وقت ان کاموں - - - میں لگائیں۔ اسکی نسبت سے دوسروں سے آگے بڑھ جائیں۔ میرا یہ مطلب نہیں۔ کہ ان میں ہی منہمک ہو جائیں۔ بلکہ یہ ہے۔ کہ جتنا وقت ان کے لئے دیں۔ اس کی نسبت سے دنیا سے آگے نکل جائیں۔ اور یہ کوئی مشکل بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بندہ کے اندر

بہترین قابلیتیں

رکھی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا تعالیٰ نے

ہر فن کے آدمی

عطا کئے ہوئے تھے۔ جو اس بات کا ثبوت تھا۔ کہ ان کے ذہن ایسے تیز تھے۔ کہ وہ جس فن میں کوشش کرتے ہیں ترقی کر جاتے۔ آپ فخر سے اس کا ذکر بھی فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہمیں ہر فن میں کمال رکھنے والے آدمی خدا تعالیٰ نے دئے ہیں۔ مثلاً

حضرت خلیفۃ اول رضی اللہ عنہ

کو طب میں بہت کمال حاصل تھا۔ حتیٰ کہ دہلی کے بڑے بڑے اطباء کے مایوس العلاج مریض آپ کے پاس آکر شفا پاتے تھے یہ علیحدہ بات ہے۔ کہ آپ شہرت پسند نہ تھے۔ دگرنہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کا کوئی طبیب آپ کے پایہ کا نہ تھا۔ اور آپ کو یہ ترقی احمدیت میں آکر ہی حاصل ہوئی۔ یہاں آنے سے پہلے آپ اگرچہ شاہی طبیب تھے۔ مگر زیادہ سے زیادہ اس علاقہ کے لوگ آپ سے فائدہ حاصل کر سکتے تھے۔ لیکن یہاں آنے کے بعد خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسا ملکہ عطا کیا۔ کہ ہندوستان کے ہر حصہ سے لوگ آپ کے پاس علاج کے لئے آنے لگے۔ حالانکہ یہ جگہ بالکل علیحدہ پڑی تھی۔ اور اس زمانہ میں سفر کی مشکلات بھی تھیں۔ اسی طرح باقی

علوم و فنون

میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کو خدا تعالیٰ نے بہت برکت عطا کر رکھی تھی۔ حتیٰ کہ چلنے اور دوسرے جفاکشی کے کاموں میں بھی وہ بڑھے ہوئے تھے۔ مولوی یار محمد صاحب ان پر خدا تعالیٰ رحم کرے۔ آج کل ان کے دماغ میں نقص ہے۔ وہ دو گھنٹے میں گورداسپور سے چل قادیان اور یہاں سے واپس گورداسپور پہنچ جاتے تھے۔ بلکہ بعض دوستوں نے سنایا کہ بعض اوقات وہ مغرب کے وقت وہاں سے روانہ ہوئے ہیں۔ اور پھر عشاء کی نماز میں جا شامل ہوئے۔ گویا ہر رنگ میں کمال رکھنے والے آدمی آپ کو ملے ہوئے تھے۔ اور اصل بات یہ ہے۔ کہ جب انسان دین میں ترقی حاصل کر لیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی توفیق دے دیتا ہے۔ کہ اگر وہ دنیا میں بھی بڑھنا چاہے۔ تو بڑھ سکتا ہے پس

دین و دنیا دونو کے لئے

ہمیں اپنے اندر رمضان کی کیفیت پیدا کرنی چاہئیے۔ ہمیں چاہئیے آگے بڑھیں۔ اور پھر دوسروں کو بھی بڑھائیں۔

مومن کا کام

یہی ہے۔ کہ پہلے خود بڑھتا ہے۔ اور پھر پیچھے والوں کو ساتھ ملاتا ہے۔ پھر بڑھتا ہے۔ اور پھر دوسروں کو بڑھاتا ہے۔ حتیٰ کہ اس مسابقت میں اس کی جان نکل جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسے سابق کا نام دیا جاتا ہے :۔

میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔ کہ وہ ہمارے دین و دنیا کے حالات کو اس طرح بدل دے۔ کہ اپنی آپ مثال ہوں۔ دین میں بھی ترقی کرنے والے ہوں۔ اور دنیا میں بھی آگے بڑھنے والے ہوں۔ ہم بھی ایسے ہوں۔ اور ہماری آئندہ نسلیں اور ان کی آئندہ نسلیں بھی ایسی ہوں۔ یہاں تک کہ دنیا میں وہ کامل امن اور انصاف اور عدل قائم ہو جائے جو خدا تعالیٰ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قائم کرنا چاہتا تھا۔ اور دنیا یہ محسوس کرے۔ کہ

اسلام کا آئیڈیل اور نصب العین،

فرضی اور وہمی نہیں تھا۔ بلکہ فی الواقع قائم ہونے والا تھا۔

ایک گریجوایٹ کیلئے موقعہ

دارالسلام۔ ٹانگانیکا۔ افریقہ میں ایک بی اے بی ٹی یا ایم اے کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی صاحب جانیکے خواہشمند ہوں۔ تو فوراً میرے پاس اپنی درخواست بھیج دیں۔ تنخواہ ۱۵۰ شلنگ ہوگی۔

ناظر تعلیم و تربیت۔ قادیان

ہندوؤں اور سکھوں کے اچھوتوں پر مظالم

تحصیل جڑانوالہ ضلع لائلپور کے چکوں میں اچھوت اقوام کو مردم شماری کے کاغذوں میں ہندو اور سکھ پٹواری سکھ یا ہندو لکھ رہے ہیں۔ اگر ان کو کہا جائے۔ کہ تم ہمیں آددھرمی لکھو۔ تو وہ گھر کے ایک آدمی کے نام کے سامنے آددھرمی لکھ دیتے ہیں۔ اور باقیوں کے نام کے سامنے صفر بنا دیتے ہیں۔ اور بعد میں اگر پٹواری ہندو ہے۔ تو وہ نام کے سامنے ہندو لکھ دیتا ہے۔ اور اگر سکھ ہے۔ تو سکھ لکھ دیتا ہے۔ یہ سخت بے انصافی ہے۔ بلکہ ظلم ہو رہا ہے۔ ہم غریبوں اچھوتوں پر ہندو اور سکھ اور بھی کئی طرح ان دنوں ظلم کر رہے ہیں۔ جو چک سکھوں کے ہیں۔ ان میں اچھوتوں سے کہتے ہیں۔ تم سب سکھ لکھاؤ۔ اور اگر نہ لکھواؤ گے۔ تو ہم تم کو چک سے نکال دینگے چنانچہ کئی چکوں میں اچھوتوں کو بائی کاٹ کر دیا گیا ہے۔ اور زور دیا جا رہا ہے۔ کہ چک چھوڑ کر چلے جائیں۔ اسی طرح ہندو کر رہے ہیں۔ ہم غریب اچھوت سرکار سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں بہت جلد اس ظلم سے رہائی دلائی جائے۔ اور بہت جلد حکم صادر کیا جائے۔ کہ جو ہندو اور سکھ ملازم مردم شماری اچھوت کو آددھرمی نہیں لکھیگا۔ اس سے باز پرس کی جائیگی نیز مظالم کرنیوالے سکھوں اور ہندوؤں کو بھی روکا جائے چک ۱۴۸ منصورہ اور چول چک میں سکھوں نے اچھوت لوگوں کو سخت زدوکوب بھی کیا ہے۔ یہ معاملہ پولیس تک پہنچ چکا ہے۔ اور ثابت ہو گیا ہے۔ کہ سکھوں نے اچھوتوں کو محض اس لئے مارا کہ وہ اپنے آپکو سکھ لکھانے کیلئے تیار نہ ہوئے اس قسم کے مظالم کا فوری طور پر انسداد ہونا چاہئیے۔

خاکسار بوٹا رام چک ۲۶۲ بقلم خود

ایک نہایت ضروری تحریک

القدس کے شیخ زاویۃ الہند نے درخواست کی ہے۔ کہ سلسلہ احمدیہ کے عقائد کے متعلق عربی کتابوں کی ضرورت ہے جو ہندی زاویہ میں رکھی جائیں گی۔ چونکہ سلسلہ کی تبلیغی اغراض کے لحاظ سے کتابوں کا وہاں بھیجنا نہایت مفید اور بابرکت ہو سکتا ہے۔ اسلئے تحریک کی جاتی ہے۔ کہ جو دوست ایسی کتب دے سکیں۔ وہ دفتر دعوۃ و تبلیغ میں اطلاع دیں۔ اگر کتاب کی بجائے قیمت بھیج دیجائے۔ تو خود خرید لی جائیگی :۔

بیت المال کی طرف سے عید مبارک

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمیں عید الفطر کا موقعہ میسر آیا ہے۔ اور احباب آپس میں ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں۔ خاکسار بھی بیت المال کی طرف سے سب احباب کو تحفہ عید مبارک پیش کرتا ہے۔

رمضان المبارک کی برکات سے مستفیض ہو کر یہ عید واقعی ایک حقیقی خوشی کا موقعہ ہو سکتی ہے۔ مگر ضروری ہے۔ کہ پہلے انسان فرائض ماہ رمضان پورے طور پر ادا کرے۔ جن میں ایک یہ بھی ہے کہ روزہ رکھ کر انسان کو ان لوگوں کی تکلیف کا خیال آنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔ جو ناداری کی وجہ سے بھوکے رہتے ہوں۔ جنہیں نہ سحری ملتی ہو۔ اور نہ شام کو کھانا ملنے کا کوئی انتظام ہو۔ نادار بے کس نہ خود سامان رکھتے ہیں۔ نہ کسی سے مانگ سکتے ہیں۔ ایسی حالت میں یتیم بچوں کی آہ عرش عظیم کو ہلا دیتی ہے۔ اور اس کی ذمہ داری رب العالمین کے حضور فارغ البال لوگوں پر پڑتی ہے پس اس طرح ہر واجب الادا صدقہ اور زکوٰۃ اگر وقت پر ادا نہ ہو تو وہ اپنے مالک کے لئے ایک خطرناک وبال بن سکتا ہے۔

رمضان سے یہ سبق سکھانا اس قدر منظور ہے۔ کہ جب تک روزے رکھ کر ایک مومن غریبوں کے لئے صدقہ نہیں دے لیتا اس وقت تک اس کے روزے قبول نہیں ہوتے۔ گویا ہر مومن پر فرض ہے۔ کہ وہ روزوں سے کم از کم اپنے بھائیوں کی بھوک کے خیال سے بے تاب ہونا ضرور سیکھے۔ اور اپنے شیر خوار بچوں کی طرف سے بھی صدقہ دے۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں بھوک کے صدمہ سے محفوظ رکھے۔ غربا و ناداروں پر بھی فرض ہوتا ہے۔ کہ وہ بھی رمضان سے پیدا ہونے والے اس عام احساس سے علیحدہ نہ رہیں۔ اور وہ بھی صدقہ ضرور دیں۔ خواہ صدقہ لے کر ہی صدقہ دینا پڑے۔ اس کے یہی معنے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ مومنوں سے ماہ رمضان میں اس قدر صدقہ دلانا چاہتا ہے۔ کہ نادار بھی صدقہ لے کر صدقہ دینے کے قابل ہو جائیں۔ اس واسطے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صدقۃ الفطر کو مقامی غربا میں تقسیم کرنا پسند فرمایا ہے۔ اور جماعتوں کو بھی اجازت ہے۔ کہ وہ اس شرط کے پورا کرنے کے لئے مقامی طور پر صدقہ تقسیم کریں۔ لیکن اس سے زیادہ صدقہ مقامی جماعت میں نہ رکھیں۔ کیونکہ قادیان میں ہر طرف سے مساکین و غربا آتے ہیں۔ اور بیرونی جماعتوں کو ان کی فکر کرنی بھی لازم ہے

زکوٰۃ

جو صاحب نصاب دوست ہوں۔ ان کو زکوٰۃ دینے میں توقف نہیں کرنا چاہیئے۔ رمضان کا مہینہ ان کے لئے ایک بڑی یاد دہانی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے۔ اور اس کے فضل کو طلب کرتے ہوئے جس قدر زکوٰۃ جس بھائی یا بہن کے ذمہ ہو۔ سب ادا کر دی جائے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فرائض سرانجام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عید فنڈ

چونکہ مومن ہر حال میں مولا کی مرضی چاہتا ہے۔ اس لئے جہاں رمضان کے فرائض میں صدقۃ الفطر ادا کرتا ہے۔ وہاں عید کی خوشی کے موقعہ پر کچھ رقم بیت المال کے لئے بھی نکالتا ہے۔ گویا کہ وہ اپنی اور اپنے متعلقین کی عمدہ پوشش اور عمدہ کھانے کے انتظام کے وقت اپنے قریبی دوستوں کے ساتھ اپنے دور کے دوستوں کو بھی اس طرح یاد کرتا ہے۔ کہ سلسلہ کے مرکزی فنڈ میں ایک خفیف سی رقم داخل کر دیتا ہے۔ یہ رقم احمدی ہمیشہ جمع کرتے ہیں۔ اور اس سال بھی توقع ہے۔ کہ دوست اس کا خاص خیال رکھیں گے۔ کیونکہ گذشتہ سال کی مجلس مشاورت پر بجٹ میں عید فنڈ کی رقم بیت المال کی مقررہ رقم سے بڑھا کر رکھی گئی ہے۔ پس مجلس مشاورت کی توقع کو پورا کرنے کے لئے بھی احباب اس طرف مزید توجہ کریں۔ آخر میں احباب کو پھر عید مبارک کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ واللہ المستعان وباللہ التوفیق ؛ ناظر بیت المال

انسپکٹران بیت المال کے لئے ہدایت

تمام جماعتوں میں آیندہ سال یعنی یکم مئی ۱۹۳۱ء تا ۳۰ اپریل ۱۹۳۲ء کے لئے بجٹ چندہ عام تشخیص کرنے کے لئے فارم بھجوا دیئے گئے ہیں۔ اور سکرٹری صاحبان کو ہدایت کی گئی ہے۔ کہ ۱۰ مارچ تک فارم کی خانہ پری کر کے واپس بیت المال میں بھجوا دیں

اپنے دورہ میں انسپکٹر صاحبان یہ دیکھیں۔ کہ حسب ہدایت سیکرٹری صاحب نے بجٹ فارم مکمل کر کے بیت المال میں بھجوا دیا ہے یا نہیں۔ اگر نہ بھجوایا ہو۔ تو اپنے سامنے بجٹ تیار کر کے اپنی تصدیق کے ساتھ بھجوا دیں۔

اگر بجٹ مکمل کر کے بھجوایا جا چکا ہو۔ تو دیکھیں۔ کہ حسب ہدایت حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز صحیح آمد تشخیص کی گئی ہے؟ کوئی احمدی بجٹ فارم میں درج ہونے سے رہ تو نہیں گیا؟ اپنی رپورٹ میں اس کا تفصیل سے ذکر کریں ؛ ناظر بیت المال

چندہ شکرانہ شادی فنڈ

بجٹ میں جہاں چندے کی اور کئی مدات رکھی گئی ہیں۔ وہاں ایک مد چندہ شکرانہ و شادی فنڈ کے نام سے بھی ہے۔ گذشتہ سال مجلس مشاورت نے بھی اس مد کو ضروری قرار دیا ہے۔ سب کمیٹی بیت المال کی تجویز تھی۔ کہ شادی کے موقعہ پر لڑکے والوں سے کم از کم پانچ روپیہ شادی فنڈ کا لیا جایا کرے۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اس کو پسند فرمایا۔ کہ جہاں اس پر عمل ہو سکے۔ کیا جائے۔

عہدیداران سے امید ہے۔ کہ وہ مجلس مشاورت کی پاس شدہ تجویز جماعت کے دوستوں کو بتلا دیں گے۔ اور اس کی تعمیل کرائیں گے تاکہ شادی اور خوشی کے موقعہ پر خاص رقم خدمت سلسلہ کے لئے نکال کر اس موقعہ کی برکت و کامیابی کو زیادہ کریں۔ جہاں دنیا کے بہت سے سامان کئے جاتے ہیں۔ وہاں انسان ایک خفیف رقم اس فنڈ میں دیکر بہت سے خیر و برکات حاصل کر سکتا ہے۔ کم از کم ہر خوشی کے موقعہ پر جو شیطانی اثر انسان کو نقصان پہنچانے کے لئے پیدا ہو سکتا ہے۔ اس سے نجات حاصل ہوگی۔ وباللہ التوفیق واللہ المستعان ؛ ناظر بیت المال

جماعتوں کے سالانہ معائنہ و بقایا کی وصولی کیلئے

آنریری انسپکٹران کی ضرورت

اللہ تعالیٰ کے فضل سے سلسلہ کے مالی سال کے اختتام میں صرف ڈہائی ماہ باقی رہ گئے ہیں۔ گذشتہ سال آنریری انسپکٹران کے ذریعہ بعض جماعتوں کے معائنہ کرائے گئے۔ جو بہت مفید ثابت ہوئے گذشتہ مجلس مشاورت میں بھی اس تجویز کو پسند کیا گیا تھا۔ اس لئے اس سال بھی مارچ کے مہینہ میں ایسے معائنوں کی ضرورت ہے۔ جو دوست اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کر سکتے ہوں۔ وہ امید ہے۔ کہ بیت المال کو اطلاع دیکر ممنون فرمائیں گے۔ کوشش کی جائے گی کہ انسپکٹر صاحب کو قریب ترین جماعت کا معاینہ سپرد کیا جائے ؛

ناظر بیت المال قادیان

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کا امتحان

آئندہ سال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مندرجہ ذیل کتب کا امتحان ہوگا۔ امتحان دینے والے احباب ۱۵ مارچ ۱۹۳۱ء تک اپنا نام و پتہ دفتر ہذا میں لکھ کر بھیجدیں۔ تا درج رجسٹر کر لئے جائیں۔ (۱) کشتی نوح (۲) شہادت القرآن

ناظر تعلیم و تربیت قادیان

ضرورت رشتہ

ایک معزز و باحیثیت ککے زئی افغان گھرانے کی تعلیم یافتہ باسلیقہ اور امور خانہ داری سے پوری واقف لڑکی کے لئے موزوں رشتہ مطلوب ہے۔ لڑکا احمدی۔ تندرست اور برسر روزگار ہو۔ مزید امور کے لئے خط و کتابت:-

ش:- معرفت مفتی محمد صادق صاحب قادیان ہو

رشتہ کی ضرورت

ایک لکھی پڑھی لڑکی کے لئے رشتہ درکار ہے لڑکا مبایع احمدی برسر روزگار ہو۔ معقول آمدنی تجارت یا ملازمت سے رکھتا ہو۔ قوم کا کمہار یا معزز ہو۔ بقیہ حالات خط و کتابت سے دریافت ہوں۔

م:- معرفت دفتر طبع و اشاعت قادیان

تلاش گیتی

جب میں گذشتہ سالانہ جلسہ پر قادیان جا رہا تھا۔ تو راستہ میں امرتسر کے سٹیشن پر اپنی گیتی بھول گیا۔ اس کے پھل پر انگریزی میں میرا نام کندہ کیا ہوا ہے۔ اور نیز دستہ پر اردو میں لکھا ہے۔ اگر کسی دوست کو معلوم ہو۔ تو برائے مہربانی منیجر صاحب اخبار الفضل کی معرفت پتہ دیں۔ میں نہایت ممنون ہونگا۔ خاکسار برکت علی احمدی (خانصاحب) امیر جماعت احمدیہ شملہ

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

—— بمبئی ۔ ۱۴ر فروری۔ بمبئی گورنمنٹ نے ایک پریس نوٹ جاری کیا ہے جس میں لکھا ہے۔ کہ کانگریسیوں نے لوگوں کو تاڑی پینے سے باز رکھنے کی جو کوشش کی تھی۔ وہ ناکام رہی۔ اس لئے اب انہوں نے تشدد آمیز طریقے اختیار کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ ۲۹ر جنوری کی شب کو موضع گنڈلال میں تقریباً ایک سو آدمی تاڑی خانہ پر گئے۔ جو گاندھی ٹوپیاں پہنے اور تلواروں۔ کلہاڑیوں اور لاٹھیوں سے مسلح تھے۔ انہوں نے کھجور کے درخت کاٹے اور تاڑی کی دوکانوں میں تمام برتن توڑ ڈالے۔ اور دوکانوں کو آگ لگا دی۔ پھر انہوں نے دوکاندار اور اس کی بیوی پر حملہ کیا۔ اس کا روپیہ لوٹ لیا۔ اور زیور اتار لئے۔ ایک دوسرے گاؤں کا تاڑی خانہ بھی جلا ڈالا گیا۔

—— الہ آباد ۔ ۱۲ر فروری۔ چین کے مشہور شاعر لیو مین ہان نے جو جنگ کے خلاف پراپیگنڈا کرنے میں خاص طور پر شہرت حاصل کر چکے ہیں۔ آج گاندھی جی سے ملاقات کی۔ اور دنیا میں قیام امن نیز تمدنی اتحاد اور بین الاقوامی شادیوں وغیرہ کے متعلق اپنی سکیم پیش کی۔

—— لاہور ۔ ۱۵ر فروری۔ آج دو بجے بعد دوپہر پنجاب مسلم لیگ کا اجلاس سر شفیع کے مکان پر منعقد ہوا۔ سر شفیع نے مسلم مندوبین کانفرنس کی کارگزاری کے حالات اختصار کے ساتھ بیان کئے۔ تقریر تقریباً سوا دو گھنٹے جاری رہی۔ لندن کانفرنس کے فیصلوں پر بحث و تمحیص کو دوسرے اجلاس پر ملتوی رکھا گیا۔ جو غالباً یکم مارچ ۱۹۳۱ء کو منعقد ہوگا۔ اور اس اجلاس میں مسلمانوں کی آئندہ پالیسی کا آخری و قطعی فیصلہ کیا جائیگا۔

—— علی گڑھ ۔ ۱۲ر فروری۔ علی گڑھ یونیورسٹی میں نظام چیئر آف فزکس" کے لئے جرمنی کے نامور پروفیسر رو ڈولف سیمویل کی خدمات حاصل کر کے سٹاف میں ایک قابل ستائش اضافہ کیا گیا ہے۔

—— کراچی ۔ ۱۳ر فروری۔ کانگریس کے آئندہ اجلاس کی تیاریاں بڑے زور و شور سے ہو رہی ہیں۔ فیصلہ کیا گیا ہے۔ کہ اجلاس کھلے میدان میں منعقد کیا جائے۔ کوئی پنڈال کھڑا نہیں کیا جائیگا۔ صرف حد بندی کر دی جائیگی۔ اور اجلاس شام کو ہوا کریگا۔

—— دہلی ۔ ۱۲ر فروری۔ سیاسی حلقوں میں افواہ ہے۔ کہ مسٹر شاستری نے وائسرائے سے تمام سیاسی قیدیوں کی رہائی کے متعلق وعدہ لے لیا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ انہیں آئندہ دوشنبہ تک رہا کر دیا جائے۔

—— پشاور ۔ ۱۴ر فروری۔ شدید برفباری کی وجہ سے کابل اور قندھار کی درمیانی سڑک بند ہو گئی ہے۔ بریگیڈیر گل محمد خان وزیر داخلہ جو صوبہ قندھار کی تنظیم کے لئے جا رہے تھے۔ آج کابل سے بیمار ہو گئے۔

—— پشاور ۔ ۱۴ر فروری۔ حکومت افغانستان نے جنگی نقل و حرکت کے لئے خاکی رنگ کی ڈاج لاریوں کا آرڈر دے رکھا تھا ان کی پہلی قسط آج پشاور پہونچ گئی ہے۔ جو ۷۰ لاریوں پر مشتمل ہے۔

—— دہلی ۔ ۱۲ر فروری۔ گزشتہ رات بیس پچیس مسلح پولیس والوں کی ایک جمعیت نے دھیرج پہاڑی پر چھاپہ مار کر مشہور ڈاکو ہر پھول سنگھ کو گرفتار کر لیا۔ ٹوہانہ میں گاؤکشی کا انتقام لینے کے لئے پچھلے دنوں اس ظالم ڈاکو نے ایک درجن سے زیادہ مسلمانوں کا خون کر دیا تھا اس نے کوہانہ ضلع رہتک میں بھی کئی خون کئے۔ اس کی گرفتاری کے لئے ۲۰ ہزار روپیہ اور ۲ مربع زمین کے انعام کا اعلان کیا گیا تھا۔ دھیرج پہاڑی پر ایک رفیق کے ہاں اس کی آمد و رفت تھی۔ ایک شخص نے اسے کوٹھی کے اندر بند کر کے پولیس کو اطلاع دیدی چنانچہ پولیس نے موقعہ پر پہونچکر اسے گرفتار کر لیا۔

—— کلکتہ ۔ ۱۳ر فروری۔ شنبہ کو شام کے وقت علی پور میں ڈاکوؤں نے کے اوورسیر سے ڈاک کا ایک تھیلا جس میں ایک ہزار دو سو پینسٹھ (۱۲۶۵) روپے تھے۔ ڈاکوؤں نے چھین لیا۔ اور ایک موٹر پر بیٹھ کر چلتے بنے۔

—— لندن ۔ ۱۳ر فروری۔ آج دار العوام میں مسٹر برکن نے حکومت سے اس بات کا یقین دلانے کے لئے مطالبہ کیا۔ کہ جب تک دار العوام ہندوستانی گول میز کانفرنس کا ایجنڈا ملاحظہ نہ کرلے۔ ہندوستان میں بحث و تمحیص نہ کی جائیگی۔ مسٹر بین نے جواب دیا۔ کہ آپ گول میز کانفرنس کا کام جاری رکھنے کے متعلق حکومت کی تجاویز کا انتظار کریں۔

—— لندن ۔ ۱۲ر فروری۔ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ وزارت نے اقتصادی مشکلات کی وجہ سے اپنی تنخواہوں میں دس فیصدی تخفیف منظور کر لی ہے۔

—— بمبئی ۔ ۱۴ر فروری۔ معلوم ہوا ہے کہ مسٹر پٹیل سابق صدر اسمبلی جو عرصہ سے بیمار ہیں۔ ۲۰ر فروری کو یورپ روانہ ہو جائیں گے۔

—— دہلی ۔ ۱۵ر فروری۔ آج اس میموریل پر پندرہ ہزار اشخاص کے دستخط کرائے گئے۔ جس میں وائسرائے سے استدعا کی جائیگی۔ کہ بھگت سنگھ۔ راجگورو۔ اور سکھدیو کی سزائے پھانسی کو تبدیل کیا جائے۔ دستخط کرنے والوں میں ممبران اسمبلی۔ ممبران بار۔ ممبران میونسپلٹی۔ طلباء مزدور وغیرہ شامل ہیں۔ لاہور اور دیگر شہروں میں بھی ایسے ہزاروں دستخط حاصل کئے جا رہے ہیں۔

—— بنارس ۔ ۱۵ر فروری۔ ہندو مسلم کشیدگی خطرناک صورت اختیار کئے ہوئے ہے۔ ہنومان پھاٹک میں جو ہندوؤں کا علاقہ ہے۔ بیس سے زیادہ مکانات جلا دیئے گئے ہیں۔ جائداد لوٹ لی گئی ہے۔ اور کئی اشخاص زخمی ہوئے ہیں۔ مسکینوں کو شہر کے محفوظ علاقوں میں لے جایا گیا ہے۔ ہسپتال میں دو مسلمان زخموں کی وجہ سے مر گئے۔ سب کاروبار بند ہے۔ ڈاک اور خطوط رسانی بند کر دی گئی ہے۔ ہندوؤں نے ایک مسلمان خاندان ذبح کر ڈالا۔

—— لاہور ۔ ۱۵ر فروری۔ آج شام کو ٹکسالی دروازہ کے باہر میونسپل باغ میں پنجاب کے چوہڑوں۔ چماروں اور دیگر اچھوت جاتیوں کی کانفرنس ہوئی۔ صدر کانفرنس مسٹر ایم۔ اے غنی لیبر ممبر پنجاب کونسل تھے۔ مسٹر بنسی لال ممبر پنجاب کونسل نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔ میں اپنے مطلب کے لئے ہندو بنا تھا۔ تم ہرگز ہندو نہ بننا۔ اور مردم شماری میں تم اپنے آپ کو ہرگز ہندو سکھ یا مسلمان بھی نہ لکھاؤ۔ ہندو اس وقت تک بھنگیوں اور چوہڑوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالتے رہے ہیں۔ اور ان کی لاعلمی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کونسلوں اور میونسپلٹیوں میں ان کی نشستوں پر فائز ہوتے رہے ہیں۔

—— مردان ۔ ۱۵ر فروری۔ ہوتی بازار میں دو ہندو نوجوان دوکانیں کرتے تھے۔ شام کے ۷ بجے جب وہ دوکانیں بند کر کے مردان کی طرف روانہ ہوئے۔ تو کسی شخص نے ان پر گولیاں کے فائر کئے۔ جس سے وہ وہیں مر گئے۔

—— جہلم ۔ ۱۴ر فروری۔ ایک گاؤں پری دروازہ میں ڈکیتی کی زبردست واردات ہوئی۔ علاقہ کے سب سے بڑے ساہوکار کو بےرحمی سے قتل کر دیا گیا۔ ڈاکو بہت سا مال لوٹ کر لے گئے۔ اور دستاویزات جلا گئے ہیں۔

—— جھانسی ۔ ضلع جھانسی کے اندر جی۔ آئی۔ پی ریلوے کمپنی میں عام تخفیف کی توقع ہے۔ بعض اعلےٰ گریڈ والے گارڈوں کو نوٹس دیا جا چکا ہے۔ افواہ ہے۔ کہ اس ضلع کے ۲۷ ریلوے سٹیشن بند کر دیئے جائینگے۔

—— جنیوا ۔ گول میز کانفرنس کا اجلاس ختم ہو جاتے ہی فرانسیسی چندر نگر کے باشندوں نے یہ ایجی ٹیشن شروع کر دی ہے۔ کہ فرانسیسی ہندوستان کے موجودہ کانسٹی ٹیوشن کی نظر ثانی کے لئے ایک پارلیمنٹری کمیشن مقرر کیا جائے۔

—— لاہور ۔ ۱۴ر فروری۔ پنجاب گورنمنٹ نے اس شخص کے لئے ۵ ہزار روپیہ کے انعام کا اعلان کیا ہے۔ جو اس شخص یا اشخاص کا پتہ دیگا۔ جس نے یا جنہوں نے ۱۷ر نومبر ۳۰ء کو لاہور پولیس کے مکان میں داخل ہو کر سارجنٹ ڈربی سمتھ پر گولی چلائی تھی۔

—— الہ آباد ۔ ۱۶ر فروری۔ وائسرائے کا جواب موصول ہو گیا ہے جس میں انہوں نے گاندھی جی کو کل یا پرسوں دہلی میں ملاقات کے لئے آنے کی دعوت دی ہے۔ گاندھی جی بھی آج شام روانہ ہو گئے۔

—— لاہور ۔ ۱۶ر فروری۔ لالہ شام لال جیون لال کپور اور مسٹر جیت سنگھ نے سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل۔ انسپکٹر جنرل جیلخانجات اور ہوم سکرٹری گورنمنٹ پنجاب کو حسب ذیل تار دیا ہے۔ بھگت سنگھ۔ سکھدیو اور راجگورو جو سنٹرل جیل میں ماخوذ ہیں۔ صرف اسی ٹریبونل کے حکم کے ماتحت پھانسی پر چڑھائے جا سکتے ہیں جس نے ان کے مقدمہ کی سماعت کی۔ پھانسی کی تاریخ۔ وقت اور جگہ کا تعین کرنا اسی ٹریبونل کے اختیار میں ہے۔ اور وارنٹ واپسی بھی اسی کے پاس آنے چاہئیں۔ چونکہ وہ ٹریبونل اب عالم وجود میں نہیں ہے۔ اس لئے کسی کو حق نہیں۔ کہ پھانسی کی تاریخ۔ وقت یا جگہ مقرر کرے۔ لہذا پھانسی نہیں دی جا سکتی۔ اس لئے لٹکانے سے محترز رہیں۔ ورنہ جو افسر اس کام میں حصہ دار ہوگا۔ وہ ایک خلاف قانون فعل کا مرتکب ہوگا۔

—— لاہور ۔ ۱۶ر فروری۔ مسٹر شام لال وکیل صفائی نے ٹریبونل کے

(عبدالرحمٰن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپا کر مالکان کے لئے قادیان سے شائع کیا)